مسلم پرسنل لا بورڈ

کام اور پیام

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)

کے فکر انگیز اور رہنما انٹرویوز کی روشنی میں

مرتب

سید الیاس ہاشمی ندوی

صدق فاؤنڈیشن لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

پہلا ایڈیشن

نام کتاب	:	مسلم پرسنل لا بورڈ، کام اور پیام
نام مرتب	:	سید الیاس ہاشمی ندوی
صفحات	:	۸۸
سنہ اشاعت	:	فروری ۲۰۰۸ء
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
کمپوزنگ	:	(حشمت علی) شارپ پرنٹنگ ایجنسی، ڈالی گنج لکھنؤ
طباعت	:	کاکوری آفسیٹ پریس، لکھنؤ
قیمت	:	۴۰/روپے

ملنے کے پتے :

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

☆ مکتبہ ندویہ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ ☆ حرمین بکڈپو، کچہری روڈ، لکھنؤ

☆ مکتبہ اسلام، گوئن روڈ، لکھنؤ ☆ الفرقان بکڈپو، نظیر آباد، لکھنؤ

ناشر :

صدق فاؤنڈیشن

خاتون منزل، حیدر مرزا روڈ، گولہ گنج لکھنؤ-226018

E-mail : info@sidqfoundation.com, nrsiddiqui@rediffmail.com

www.sidqfoundation.com Mobile : 9335929670

www.abulhasanalinadwi.org

فہرست

۱	پیش گفتار	۴
۲	عرض مرتب	۷
۳	پیش لفظ	۱۰
۴	شریعت اسلامی کا تحفظ	۱۳
۵	''ہم پہلے چیلنجوں کو سمجھیں	۱۶
۶	گجرات میں جو ظلم کیا گیا	۲۴
۷	''مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ میں	۳۰
۸	جذباتی مسائل کو بھی سنجیدہ	۴۱
۹	پہلی تجویز خود شنکر اچاریہ نے واپس لے لی	۴۹
۱۰	اسلام قانون الٰہی ہے	۵۵
۱۱	طلاق کوئی مسئلہ نہیں ہے	۶۱
۱۲	مسلمانان ہند کا سب سے بڑا مسئلہ	۶۶
۱۳	بورڈ ملت اسلامیہ کے	۷۶
۱۴	صدر بورڈ کا خط بنام ارکان بورڈ	۸۱

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش گفتار

وطن عزیز کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ یہ ملک ہمیشہ سے کثیر مذہبی، کثیر تہذیبی، کثیر نسلی اور کثیر لسانی رہا ہے۔ مختلف قوموں، مذہبوں اور تہذیبوں کی باہم آمیزش سے یہاں جو بوقلموں تہذیب وثقافت وجود میں آئی اس کو مشرقی تہذیب وتمدن کہا گیا۔ اس سرزمین کے باشندے اپنی مذہبی رواداری، قومی یک جہتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے سبب دیگر ملکوں اور قوموں کے درمیان امتیازی شان کے حامل سمجھے گئے۔ ان کو ہر دور میں اپنے مذہب پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ واشاعت کی آزادی حاصل رہی ہے۔ وہ اپنے رسم ورواج کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے آزاد رہے ہیں۔

فرنگی تسلط اور برطانوی استبداد سے آزادی حاصل کرنے کے بعد ملی قائدین اور قومی رہنماؤں نے اس ملک میں حکم رانی کے لیے طرز جمہوریت اپنایا۔ آئین سازوں نے سیکولرزم کی بنیاد پر دستور وآئین کی تشکیل کی۔ آئین ہند نے اس ملک کے تمام باشندوں کو اپنے عائلی قوانین پر عمل کرنے کا حق دیا ہے۔

مسلمان روئے زمین پر جس گوشے اور خطے میں بود وباش رکھتے ہوں اپنے عائلی مسائل (نکاح، طلاق، فسخ نکاح، خلع، عدت، ثبوت نسب، نفقہ، وصیت، ہبہ اور وقف وغیرہ) اسلامی شریعت کے مطابق ہی حل کرنے کے پابند ہیں۔ اس لیے کہ ان کے عائلی قوانین (Muslim Personal Laws) دیگر مذاہب کے ماننے والوں کی طرح کچھ خاندانی رسم ورواج کے مجموعے کا نام نہیں ہیں۔ بلکہ نام ہے ان قوانین کا، جن کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ مسلمانوں نے ہر دور میں ان قوانین پر عمل کیا ہے۔ برطانوی دور اقتدار میں بھی ان کے عائلی قوانین اسلامی شریعت ہی کے مطابق حل کیے جاتے تھے۔

حصول آزادی کے بعد ''جمہوری اور سیکولر'' حکومت میں مسلمانوں کے عائلی قوانین

www.abulhasanalinadwi.org

کے تحفظ کے لیے شدید خطرے پیدا ہونے لگے تو امیر شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی کی سرکردگی میں اسلامیان ہند کے نمایندہ علمائے کرام ۲۸ر دسمبر ۱۹۷۲ء کو ممبئی میں جمع ہوئے۔ وہاں انہوں نے مسلم پرسنل لا کنونشن منعقد کیا۔ اس کنونشن کے بعد جلسہ عام ہوا جس میں پانچ لاکھ سے زائد فرزندان توحید نے یک جا ہو کر اپنے عائلی قوانین یعنی اسلامی شریعت کے تحفظ کے تئیں بے داری اور دل چسپی کا ثبوت دیا۔ اس کنونشن کے چند ماہ بعد ۶ر اپریل ۱۹۷۳ء کو حیدرآباد میں تمام نمایندوں کا اجلاس ہوا اور اس وقت آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے نام سے باقاعدہ مسلمانان ہند کا متحدہ و متفقہ ادارہ وجود میں آیا۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند اس کے صدر اور حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ جنرل سکریٹری منتخب کیے گئے۔ قاری محمد طیبؒ کے انتقال کے بعد مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے بورڈ کی سربراہی کی۔ حضرت مولاناؒ کے وصال کے بعد فقیہ الامت حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ کرسی صدارت پر جلوہ افروز ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد اب مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کے وجود مسعود سے بورڈ کی مسند صدارت مفتخر ہے۔

قرآن کریم نے مردم گری اور آدم سازی کو کار نبوت میں شامل کیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ حاملین علوم نبوت اعلیٰ درجے کے مردم گر اور آدم ساز بھی ہوئے ہیں۔ خانوادہ علم اللٰہی اور فکر ولی اللٰہی کے گل سرسبد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نوراللہ مرقدہ کو قسام ازل نے دیگر اعلیٰ صفات کے ساتھ ساتھ مردم گری کی صفت سے بھی خاص طور پر نوازا تھا۔ حضرت مولاناؒ کی مذکورہ صفت کا سب سے زیادہ اثر مخدوم ملت حضرت مولانا رابع صاحب پر ہوا۔ اسلام کی سربلندی کی وہی تڑپ، اسلامی شریعت کے تحفظ و بقا کے لیے وہی جدوجہد، امت اسلامیہ کے مصائب پر وہی بے چینی، مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لیے وہی سنجیدگی اور سرگرمی، خلق خدا پر وہی مہربانی اور شفقت اور فرزندان توحید کی فلاح و بہبود کے لیے وہی فکر و تدبر، جو حضرت مولانا مدظلہ کے قابل فخر اسلاف کا شعار رہا ہے، ان کی ذات والا صفات کے روشن پہلو ہیں۔

زیر نظر اوراق اسلامیان ہند کی اسی برگزیدہ شخصیت کے ان اقوال و خیالات اور افکار کا مجموعہ ہیں جو انہوں نے مختلف اوقات میں صحافیوں اور اخباری نمایندوں کے سوالات کے

www.abulhasanalinadwi.org

جوابات کی شکل میں دیے تھے۔ یہ عام نوعیت کے اخباری انٹرویو نہیں ہیں بلکہ ان سے مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کا مقصد اور اس کے طریقہ کار پر بخوبی روشنی پڑتی ہے اور ان سے رہنمائی ملتی ہے۔ اس مجموعے میں شامل یہ دس انٹرویوز حضرت مولانا رابع صاحب کے سوز دروں، تقویٰ، خدا ترسی، اخلاص، للّٰہیت اور ملت کے مسائل کے تئیں ان کی دردمندی کے غماز ہیں۔

برادر عزیز مولانا سید الیاس ہاشمی ندوی نظام آبادی زادہ اللہ علماً وفضلاً لائق ستایش ہیں کہ انہوں نے ان قیمتی انٹرویوز کو یک جا کیا اور اپنے استاد مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی کے حسب مشورہ ان کی اشاعت کی ذمہ داری صدق فاؤنڈیشن لکھنؤ کو دی۔

مایہ ناز مفسر قرآن اور ممتاز ادیب وصحافی مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کے کام اور پیام کی حفاظت واشاعت کے لیے قائم ادارے صدق فاؤنڈیشن لکھنؤ کے کارکنوں کے لیے یہ سعادت کی بات ہے کہ مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کے قیمتی خیالات کے اس مجموعے کی اشاعت ان کے حصے میں آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مدظلہ کو صحت وطاقت سے نوازے اور ہمارے اس عمل کو قبول فرمائے۔ آمین

اس مجموعے کی اشاعت میں ہمیں مولانا انیس احمد ندوی صاحب انچارج مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ کی خصوصی مدد ملی ہے۔ ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

خاتون منزل، لکھنؤ
۲۷ محرم ۱۴۲۹ھ
۶ فروری ۲۰۰۸ء

ہیچ مداں
نعیم الرحمٰن صدیقی
جنرل سکریٹری
صدق فاؤنڈیشن، لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

آزادی وطن کے بعد ہندوستان نے جو مختلف مذاہب، قوموں اور تہذیبوں کا گہوارہ ہے، جمہوریت کو طرز حکم رانی کے لیے منتخب کیا دستور سازوں نے سیکولرزم کی اساس پر دستور کو مدوّن کیا، عقیدہ وضمیر کی آزادی مذہب پر عمل اور اس کی تبلیغ کی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق کی ضمانت دی گئی اور یہ ہندوستان جیسے ہمہ مذہبی ملک کے لیے ناگزیر بھی تھا۔

لیکن ان تمام پیش بندیوں کے باوجود دستور کی بعض لچک دار دفعات کا سہارا لے کر کچھ عرصے کے بعد مسلمانوں کو جو یہاں سب سے بڑی اقلیت ہیں اکثریتی دھارے میں ضم کر لینے کی دھمکیاں دی جانے لگیں، دھیرے دھیرے اس صورت حال میں تشویش ناک حد تک اضافہ ہوگیا یہاں تک کہ آئینی اداروں سے بھی ان دھمکیوں کی سمت میں عملی پیش رفت کے ایسے احکامات صادر ہونا شروع ہوئے جو دستور کی رو سے دی گئی مذہبی آزادی میں صریح مداخلت اور اقلیتی حقوق کو سلب کرنے والے تھے۔

ان نازک حالات میں امت مسلمہ کے دور اندیش صاحب بصیرت علماء نے ملی تشخص کو بہالے جانے والے اس سیلاب پر بند باندھنے کی منظم کوشش شروع کردی، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب اور حضرت مولانا منت اللہ رحمانی - اللہ ان کی تربتوں کو ٹھنڈا رکھے- پورے ملک کے طول وعرض میں عوامی شعور بے دار کرنا شروع کیا، دیکھتے ہی دیکھتے ملت کے مختلف مکاتب فکر ومسالک کے نمایندہ افراد جنہیں خود بھی مسئلہ کی سنگینی کا احساس تھا ان حضرات کی دعوت پر اس کارواں میں شامل ہوتے گئے، پھر ۱۹۷۲ء کے اواخر میں عروس البلاد ممبئی میں اسی موضوع پر عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی اور کلمہ طیبہ کی بنیاد پر مسلمانوں کو متحد کر کے ایک وفاق تشکیل دیا گیا جسے دنیا آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے نام سے جانتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

بورڈ اپنی تاسیس سے لے کر آج تک حتی الوسع اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتا آیا ہے۔ ہر نازک موقع پر اس نے ملت کی رہبری کی ہے اور صحیح راہ عمل کی نشان دہی کی ہے، ملت کی مؤثر اور متحدہ نمایندگی کا جو اعزاز اسے تاسیس کے وقت حاصل تھا آج بھی برقرار ہے، اس میں جہاں بورڈ کی متوازن پالیسی کو دخل ہے وہیں اس کا سہرا بورڈ کی مخلص، سنجیدہ اور دانش مند قیادت کے سر بھی جاتا ہے۔

روز اوّل سے ہی بورڈ کو ایسی قیادت میسر رہی جس کو ملت کے سواد اعظم کا اعتماد حاصل رہا، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ، مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے اپنے اپنے ادوار میں بورڈ کے پلیٹ فارم کو مضبوط کیا اور ملی مسائل کا بروقت نوٹس لیا۔

قاضی مجاہد الاسلامؒ کی وفات کے بعد بورڈ کی قیادت مخدومی واستاذی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کے ذمہ آئی اور بفضل اللہ تعالیٰ وعونہ مولانا دامت برکاتہم کی سالاری میں یہ کارواں منزل کی طرف رواں ہے۔

زیر نظر مجموعہ صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے ان انٹرویوز کا انتخاب ہے جو آں محترم نے بورڈ کی صدارت پر فائز ہونے کے بعد مختلف ملی مسائل پر دیئے ہیں۔

ان انٹرویوز میں مولانا نے ملت اسلامیہ ہندیہ کو درپیش مسائل کا غیر جانب دارانہ تجزیہ کر کے ان کے بنیادی اسباب کو واضح کیا ہے اور صحیح حکمت عملی کی طرف رہنمائی فرمائی ہے، ساتھ ہی ساتھ مسلم پرسنل لا بورڈ کا مقصد اور دائرہ کار، اس کی پالیسی وطریقہ کار پر بھی وضاحت کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے، البتہ ضمناً ملت کے تعلیمی وسیاسی مسائل بھی زیر بحث آئے ہیں۔

اس موقعہ پر اس حقیقت کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام انٹرویوز میں مولانا دامت برکاتہم نے متعدد مسائل پر جو موقف روز اول اختیار فرمایا اس میں تبدیلی نہیں فرمائی اور نہ اس کی چنداں ضرورت ہی پڑی بلکہ مرورِ زمانہ نے ثابت کیا کہ مولانا کا اختیار کردہ موقف ہی درست تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

محترمی جناب مولانا محمود حسن حسنی ندوی (معاون مدیر پندرہ روزہ تعمیر حیات) کی تحریک پر راقم نے مختلف اخبارات ورسائل سے ان انٹرویوز کو منتخب کر کے ترتیب دینے کی طالب علمانہ سعی تین سال قبل کی تھی لیکن بعض وجوہات کی بنا پر اس کی اشاعت عمل میں نہ آسکی، کچھ دنوں قبل محترمی مولانا نعیم الرحمٰن صدیقی ندوی نے اپنے ادارہ صدق فاؤنڈیشن لکھنؤ سے شایع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس طرح یہ مجموعہ قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

اس موقع پر میں حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (ناظم المعہد العالی الاسلامی، حیدرآباد) کا شکرگزار ہوں کہ انھوں نے کتاب کے لیے وقیع مقدمہ تحریر فرمایا۔ اسی طرح محترم مولانا نذر الحفیظ ندوی نے اس مجموعے کی ترتیب پر نظر ثانی فرمائی اور قیمتی مشوروں سے نوازا، نیز مولانا محمود حسن حسنی ندوی، مولانا نعیم الرحمٰن صدیقی ندوی کا بے حد شکرگزار ہوں کہ ان حضرات کی تحریک پر ہی یہ مجموعہ معرض وجود میں آیا اور دوران ترتیب ان کی ہمت افزائی اور رہنمائی شامل رہی، فجزاهم الله خير الجزاء.

الیاس ہاشمی ندوی
نظام آباد، آندھرا پردیش

۲۲ر محرم الحرام ۱۴۲۹ھ
یکم فروری ۲۰۰۸ء

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی
ناظم المعہد العالی الاسلامی (حیدرآباد)

مسلمان دنیا کے کسی بھی خطہ میں ہوں، وہ اپنی نجی زندگی سے متعلق شرعی احکام کے پابند ہیں، اسی پس منظر میں ہمارے بزرگوں نے آزادی سے پہلے بھی اور آزادی کے بعد بھی مسلم پرسنل لا کے تحفظ کی کوشش کی ہے، ۱۸۵۷ء میں جب مغل بادشاہت کا چراغ پوری طرح گل ہوگیا، تو رعایا کے مذہبی جذبات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکومت برطانیہ نے نظام قضاء کو باقی رکھا، جس میں مسلمان قاضی قانون شریعت کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ ۱۸۶۲ء میں محکمۂ قضاء کو ختم کردیا گیا اور مسلم پرسنل لا سے متعلق مقدمات کو بھی عام عدالتوں کے تحت کردیا گیا، لیکن عدالتوں میں مفتی کا عہدہ برقرار رکھا گیا، جو قانون شریعت کے بارے میں جج کی مدد کیا کرتا تھا، پھر جب ہدایہ اور عالمگیری وغیرہ کا ترجمہ ہوگیا اور مسلم پرسنل لا کے سلسلہ میں برطانوی مقدمات کے نظائر بھی اچھے خاصے جمع ہوگئے، تو یہ عہدہ بھی برخواست کردیا گیا، اور اس کے نتیجہ میں ناواقفیت کی وجہ سے بہت سے ایسے فیصلے ہونے لگے، جو قانون شریعت سے متصادم تھے۔

ایسے ہی ایک فیصلہ کی بنیاد پر علماء کی کاوشوں سے ۱۹۳۷ء میں شریعت اپلی کیشن ایکٹ پاس ہوا، اس قانون کے تحت یہ بات طے پائی کہ نکاح، طلاق، فسخ نکاح، خلع، مبارات، ظہار، لعان، ایلا، عدت، ثبوت نسب، نفقہ، وصیت، ہبہ، وقف اور شفعہ سے متعلق مقدمات میں اگر دونوں فریق مسلمان ہوں تو قانون شریعت کے مطابق فیصلہ ہوگا، اور عدالتیں اس پر عمل کرتی رہیں۔

آزاد ہندوستان کے دستور میں اقلیتوں کو مذہب پر عقیدہ، مذہب پر عمل، اور مذہب کی تبلیغ کی اجازت دی گئی ہے، پرسنل لا کا تعلق چوں کہ براہ راست مذہب سے ہے، اس لئے ''مذہب پر عمل'' کے حق میں عائلی زندگی سے متعلق یہ قوانین بھی شامل ہیں، بدقسمتی سے آزادی کے بعد بعض حلقوں سے اس بات کی ناروا کوشش ہونے لگی کہ مسلمانوں کو ان کے مذہبی تشخص سے محروم کردیا جائے اسی پس منظر میں ۱۹۷۲ء میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تشکیل عمل میں آئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

بورڈ کی قیادت ہمیشہ ہمارے ان بزرگوں نے کی ہے، جو اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ ساتھ زمانہ آگہی اور مومنانہ فراست میں بھی نمایاں رہے ہیں، اور جن کی اسلام کے ساتھ وفاداری اور ثابت قدمی پر پوری ملت اسلامیہ ہند کو اعتماد واعتبار ہے، چنانچہ امیر شریعت حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، اور فقیہ الامت حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے مختلف مراحل میں اس قافلہ کی سالاری کی ہے، اور اب تحفظ شریعت کے اس عظیم کارواں کی قیادت مخدومی ومطاعی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی متعنا اللہ بطول حیاتہ کے ہاتھوں میں ہے، اور یہ حسن اتفاق ہے کہ آپ اپنے نام کی مناسبت سے بورڈ کے ''صدر رابع'' ہیں۔

حضرت والا، ندوۃ العلماء جیسی تاریخی تحریک کے ناظم تو سیدی وسندی حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کی وفات کے بعد بنے لیکن حقیقت میں آپ طویل عرصہ سے اس تعلیمی اور اصلاحی تحریک کے دماغ تھے، اور اپنے ناخن تدبیر سے بڑے بڑے مسئلہ کو آسان طریقہ پر حل کرنے میں اپنی مثال آپ ہیں، تدریس، علم وتحقیق اور زبان وادب تینوں پہلوؤں سے آپ امتیازی حیثیت کے حامل ہیں، اور حسن تدبیر اور انتظام وانصرام کی صلاحیت ان کے علاوہ ہے، عالمی رابطہ ادب اسلامی، اور دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش کو آپ کی سربراہی کا شرف حاصل ہے، اور نہ جانے کتنے تعلیمی، دعوتی اور اصلاحی ادارے آپ کی سرپرستی میں اپنا سفر طے کر رہے ہیں، نیز کئی اہم کتابیں آپ کے قلم گہربار سے اردو اور عربی کی تحریر کو معاصرین سے ممتاز کرتی ہے۔

حسن اخلاق، رواداری، مروت اور خوش معاملگی خاندانی میراث ہے، جس سے وہ تمام لوگ واقف ہیں، جن کو اس خاندان کے بزرگوں سے کچھ بھی قریب رہنے کا موقع ملا ہے، مجھے مولانا کا جو وصف سب سے زیادہ متاثر کرتا ہے وہ ان کے اندر پایا جانے والا سمندر کا سا سکوت اور زمین کا سا بچھاؤ اور جھکاؤ ہے، اور اس وقت ملت اسلامیہ ہند جس نازک دور سے گذر رہی ہے اور جیسے مسائل سے دوچار ہے، ان کے حل کے لئے ایسی ہی قیادت مطلوب ہے، جو حضرت عثمان غنیؓ کے الفاظ میں قوال سے زیادہ فعال، جوش سے زیادہ ہوش سے کام لیتی ہو اور پتھر پھینکنے والے پر پھول برسانے کی صلاحیت رکھتی ہو۔

اللہ کا شکر ہے کہ ان نازک حالات میں مولانا محترم کی صورت میں امت کو مطلوبہ صلاحیت کی یہ قیادت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور ہم لوگوں پر تادیر ان

www.abulhasanalinadwi.org

کا سایۂ عاطفت قائم رکھے، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ میں مولانا کے زمانہ صدارت کو ابھی چند سال ہوئے ہیں، لیکن اس مختصر عرصہ میں بورڈ نے کئی نمایاں کام کیے ہیں، بابری مسجد کے سلسلہ میں کاوشوں کے تسلسل، معیاری نکاح نامہ کی تیاری ومنظوری، دار القضا کے نظام کی توسیع، لیگل سیل کی تجدید، قانون دانوں، دانشوروں اور غیر مسلموں کو احکام شریعت کی تفہیم کے لئے مستقل کمیٹی کا قیام اور کاوشیں، نیز فرقہ پرست گروہوں کی طرف سے ہونے والی مختلف یلغاروں کا خوش اسلوبی اور مثبت طریقے پر جواب دینا اور بورڈ کے سلسلہ میں امت میں تفریق پیدا کرنے کی ناروا کوششوں کا ازالہ وغیرہ، ایسے کام ہیں، جنہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

اس وقت جو رسالہ آپ کے ہاتھ میں ہے، یہ مختصر ہونے کے باوجود بڑا اہم ہے، یہ دراصل حضرت مولانا رابع صاحب کے وہ انٹرویوز ہیں، جو آپ نے مسلم پرسنل لا بورڈ اور مسلم پرسنل لا، سے متعلق مسائل کے بارے میں دیئے ہیں، اس میں بورڈ کی پالیسی، حکمت عملی، مقاصد اور طریقہ کار کی وضاحت بھی ہے، مسلم پرسنل لا، سے متعلق مسائل کی تشریح وتوضیح بھی ہے، مسلم پرسنل لا اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے بارے میں غلط فہمیوں کا ازالہ بھی، اور ملت اسلامیہ ہند کے لئے خصوصاً اور اس ملک کے تمام رہنے والوں کے لئے عموماً نصح ومحبت کا پیغام بھی ہے، اسی ذیل میں دینی مدارس اور ان سے متعلق حکومت کے رویہ کا موضوع بھی زیر بحث آگیا ہے، اس لئے اگر میں یہ کہوں کہ ملت اسلامیہ ہند کے مذہبی مسائل کے سلسلہ میں یہ ایک دستاویز کا درجہ رکھتا ہے، تو بے جا نہ ہوگا، ان انٹرویوز میں جو بات قارئین خاص طور پر محسوس کریں گے وہ ہے سخت جذباتی مسائل میں بھی مدبرانہ، مثبت اور نرم روی کے ساتھ رہنمائی، اور دراصل امت کو اس وقت اسی کی ضرورت ہے۔

ہم سبھوں کو شکر گذار ہونا چاہئے، محب عزیز مولوی محمد الیاس ہاشمی ندوی سلمہ اللہ کا جو ابھی فضیلت کے طالب علم ہیں، کہ انہوں نے بڑی سلیقہ شعاری اور شعور کے ساتھ یہ مجموعہ مرتب کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے علم میں برکت عطا فرمائے اور یہ مجموعہ ان کے علمی کاموں کے سلسلہ میں ایسی سحر ثابت ہو جس کی شام دیر بہت دیر سے آئے، ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

خالد سیف اللہ رحمانی
(خادم المعہد العالی الاسلامی حیدر آباد
واسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

www.abulhasanalinadwi.org

شریعت اسلامی کا تحفظ
مسلم پرسنل لا بورڈ کا بنیادی مقصد

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سولہویں اجلاس منعقدہ ۲۰/۲۱/۲۲ جون ۲۰۰۲ء حیدرآباد میں بورڈ کے چوتھے صدر منتخب ہونے کے معاً بعد مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب سے روزنامہ ''منصف'' حیدرآباد کے نامہ نگار اطہر معین نے بورڈ کی ترجیحات، لائحہ عمل اور اس کے دائرے کار سے متعلق یہ انٹرویو لیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

سوال: مسلم پرسنل لا بورڈ کی اولین ترجیحات کیا ہوں گی؟

جواب: بورڈ کی یہ کوشش ہوگی کہ ملت اسلامیہ ہند کو اسلامی زندگی گزارنے اور شریعت کی پابندی کرنے کی طرف راغب کیا جائے، اسلامی تعلیمات کی پیروی کا جذبہ پروان چڑھایا جائے اور جو لوگ شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہیں ان پر سماجی دباؤ ڈالنے کی کوشش کی جائے، کیونکہ سماج آدمی کو غلط کاموں سے روکنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

سوال: اس وقت بورڈ کے سامنے سب سے بڑا چیلنج کیا ہے؟

جواب: آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے شریعت اسلامی کے تحفظ کو اپنا مقصود بنایا ہے، شریعت اسلامی کے کئی پہلو ہیں جس کا تحفظ کیا جائے گا اور اس میں مداخلت کو ہم روکیں گے، مگر ہم جمہوری طریقہ سے اور دستور کے حوالہ سے اسے روکیں گے۔ چوں کہ دستور ہمیں اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہم اپنی شریعت پر عمل کریں، اگر ہماری شریعت میں کوئی مداخلت ہوتی ہے تو وہ حقیقت میں دستور کے خلاف ہے۔

سوال: بابری مسجد مقدمہ میں عدلیہ کے فیصلے کو ماننے سے وشو ہندو پریشد کے انکار پر بورڈ کا کیا ردعمل ہے؟

جواب: یہ تو عدالت کے سوچنے کی بات ہے، کیونکہ یہ عدالت کی توہین ہے اور عدالت اس کو سمجھے کہ ان کا ایسا کہنا کہاں تک قانوناً صحیح ہے؟

سوال: کیا اس سلسلہ میں بورڈ عدالت کو واقف کرادے گا؟

جواب: بورڈ اس سلسلہ میں کچھ نہیں کہتا، اس لئے کہ یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ عدالت کے خلاف کوئی فرد بیان دے تو اسے عدالت کو ہی دیکھنا چاہئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

سوال: آیا بورڈ جہیز کی لعنت کے خاتمہ، طلاق بائن کو غیر مستعملہ قرار دینے اور مہر کی نقد ادائیگی پر زور دینے کی تحریک چلائے گا؟

جواب: بورڈ، جہیز کی لعنت کے خاتمہ کے لئے اب تک بار بار اپیل کرتا آیا ہے، اور برابر کوشش ہوتی رہی ہے، اصلاح معاشرہ کے نام پر جلسے کئے ہیں، پمفلٹس شائع کئے ہیں، جس میں جہیز کو غلط اور ناجائز قرار دیا ہے، اور بہر حال کوشش ہوتی رہے گی انشاء اللہ۔

مہر کے تعلق سے شریعت میں اس بات کی اجازت حاصل ہے کہ یہ نقد ادا کیا جائے یا حسب معاہدہ ٹھہر کر ادا کیا جائے، اس میں پابندی نہیں لگا سکتے، لیکن احسن یہ ہے کہ مہر نقد ادا کیا جائے۔ بلاد عربیہ میں مہر نقد ادا کیا جاتا ہے، وہاں تاخیر سے ادا کرنے کا رواج ہی نہیں بلکہ نکاح کے وقت ہی مہر ادا کر دیا جاتا ہے۔ البتہ ہندوستان میں ایک رجحان مہر کی ادائیگی سے غفلت کا ہے بلکہ جہالت کی وجہ سے بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مہر طلاق یا شوہر کی موت کی صورت میں ہی واجب ہوتا ہے، بورڈ اس غلط تصور کے ازالہ کے لئے کوشش کرے گا۔

سوال: مسلم تنظیموں کے ارتباط کے سلسلہ میں بورڈ کا کیا پروگرام ہے؟

جواب: بورڈ ان تمام اداروں اور تنظیموں کو اپنا سمجھتا ہے اور کسی کے ساتھ وہ بھید بھاؤ نہیں کرتا، جو بھی شریعت اسلامی کو ماننے والے ہمارے ساتھ شریک ہیں، ہم ان کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں، اور ہم سب مل جل کر تحفظ شریعت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور آپس میں کوئی ٹکراؤ نہیں رکھتے۔

☆☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

''ہم پہلے چیلنجوں کو سمجھیں پھر ان کا مقابلہ کریں''

حیدرآباد میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر منتخب ہونے کے بعد مولانا دامت برکاتہم نے سب سے پہلے ۲۷/جون ۲۰۰۲ء کو اورنگ آباد کا دورہ فرمایا، اس موقع پر روزنامہ ''اورنگ آباد ٹائمس'' کے نمائندے ش۔ ع۔ معین اور خطیب الحسن انصاری نے مولانا سے ملکی حالات، ملی مسائل اور اس کے حل کے لئے گفتگو کی جس کو مولانا کلیم الدین کاشفی ندوی صاحب نے مرتب کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

سوال: آپ حال میں ہی بورڈ کے صدر منتخب ہوئے، بورڈ کی کارکردگی بہتر بنانے کے لئے آپ کے پاس کچھ نئے منصوبے ہیں یا آپ سابقہ پروگراموں پر ہی عمل کریں گے؟

جواب: دیکھئے صدر جو ہوتا ہے وہ ایک طرح سے نمائندہ یا سرپرست ہوتا ہے، سارا کام ورکنگ کمیٹی کرتی ہے، ورکنگ کمیٹی ہی پروگرام بناتی ہے اور وہی فیصلے کرتی ہے، بحمد اللہ بورڈ کی روایت رہی ہے کہ جو کچھ بھی ہوتا ہے بہ اتفاق رائے ہوتا ہے، ورکنگ کمیٹی کے پروگرام اور فیصلوں کو جنرل سکریٹری نافذ کرتا ہے، اس میں صدر کا تعاون ہوتا ہے، وہ اپنی ذمہ داری پوری کرتا ہے۔

سوال: بابری مسجد تنازعہ پر اس سے قبل مصالحت کے لئے ایک فارمولہ سامنے آیا تھا، اگر موجودہ حالات میں اس طرح کی کوئی تجویز سامنے آتی ہے تو کیا پرسنل لا بورڈ بات چیت کرے گا؟

جواب: اگر ایسی کوئی تجویز بورڈ کے روبرو رکھی گئی تو بورڈ سب سے پہلے یہ دیکھے گا کہ آیا تجویز یا فارمولہ قابل بحث ہے یا نہیں؟ اور اگر فارمولہ قابل بحث ہے تو بورڈ کی ورکنگ کمیٹی کے مشورے سے رائے قائم کی جائے گی، ظاہر ہے کہ انسانی اور اخلاقی سطح پر کوئی بھی معقول گفتگو کرے تو اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، لیکن فی الحال کچھ معلوم نہیں کہ وہ کیا فارمولہ لاتے ہیں، اور کیا کہنا چاہتے ہیں؟ وہ جو بھی کہیں گے ورکنگ کمیٹی کے مشورے سے کوئی قدم اٹھایا جائے گا۔

سوال: کافی عرصہ قبل مولانا علی میاں ندویؒ جب اورنگ آباد آئے تھے تو انھوں نے کہا تھا کہ بابری مسجد کو آثار قدیمہ کے تحت لے لیا جائے، اس کا سب سے بہتر حل یہی ہے، اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: علی میاںؒ شروع سے یہ بات کہہ رہے تھے لیکن آثار قدیمہ کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمان مسجد سے دستبردار ہو جائیں، کتنی مسجدیں آثار قدیمہ کے تحت ہیں، اور وہاں نمازیں ہوتی ہیں، مولانا علی میاںؒ نے سیکورٹی کے نقطہ نظر سے بابری مسجد کو آثار قدیمہ میں شامل کرنے کی بات کہی تھی، کیونکہ آثار قدیمہ میں شامل کسی بھی عمارت میں کوئی تبدیلی کی گنجائش نہیں رہتی، اگر مسجد آثار قدیمہ میں لے لی جاتی تو شہید نہ ہوتی اور نہ ہی اسے کوئی تصرف میں لیتا، رہی بات آثار قدیمہ کے تحت آنے والی مساجد میں نماز کی تو اس کی اجازت مل جاتی ہے، کئی مساجد ایسی ہیں جو آثار قدیمہ کے تحت ہیں اور وہاں باقاعدہ نمازیں ہوتی ہیں، مولانا علی میاںؒ نے یہ سوچ کر مذکورہ تجویز رکھی تھی کہ مسجد محفوظ ہو جائے گی اور جھگڑا ختم ہو جائے گا۔

سوال: مارچ میں شیلا دان سے قبل کانچی پورم کے شنکر اچاریہ سرسوتی نے مصالحتی فارمولہ پیش کیا تھا اور جب بورڈ ان سے گفتگو پر راضی ہوا تو کچھ حلقوں نے بورڈ کے اس اقدام کی مخالفت کی تھی، ایسا کیوں ہوا؟

جواب: اس وقت کچھ لوگوں نے یہ سمجھا کہ مسلم پرسنل لاء بورڈ اپنے اس موقف سے ہٹ رہا ہے جو موقف بابری مسجد کو بچانے کا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس وقت بورڈ کی مخالفت کی گئی لیکن بورڈ شنکر اچاریہ کے فارمولہ کو سمجھنا چاہتا تھا، اگر کوئی آپ سے معقول بات کہے تو آپ گفتگو سے کیسے انکار کر سکتے ہیں، جب بات چیت کا معاملہ سامنے آیا تو ہم نے گفت وشنید کے لئے آمادگی ظاہر کی، بات چیت ہوئی تو معلوم ہوا کہ شنکر اچاریہ کا فارمولہ قابل قبول نہیں ہے، دوسری بات یہ کہ ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ یہ فارمولہ عدالت کے معاملہ میں ایک طرح سے مداخلت کر رہا ہے، تو بورڈ نے اس فارمولہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، بورڈ کا رویہ مثبت رویہ ہے، معقول بات کوئی کہے تو کم از کم سننے میں کیا قباحت ہے؟

سوال: عام طور پر ہم نے دیکھا کہ مسلم پرسنل لاء بورڈ نے ہر موڑ اور ہر محاذ پر ملت کی رہنمائی کی ہے، اور کچھ معاملات میں احتجاج بھی کیا ہے لیکن گجرات میں مسلسل دو ماہ تک مسلمانوں پر مظالم ہوئے، باضابطہ حکومت کی نگرانی میں ان کا قتل عام ہوتا رہا، بورڈ نے اس پر خاموشی کیوں اختیار کی؟

www.abulhasanalinadwi.org

جواب: خاموشی اختیار نہیں کی بلکہ بورڈ نے عملی اقدامات پر زور دیا، بورڈ کے ایک نمائندہ وفد نے گجرات کا دورہ کر کے حالات کا جائزہ لیا، ہم جو کچھ تعاون کر سکتے تھے، ہم نے کیا، پرسنل لاء بورڈ کے مشورے سے مختلف جماعتوں، مختلف گروپوں نے وہاں امداد بھیجی، امداد اور راحت کا کام ابھی بھی جاری ہے، رہی احتجاج کی بات تو اس وقت گجرات کے متاثرین کی مدد سب سے اہم کام ہے، موجودہ حالات میں احتجاج کرنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے، اعلان کرنا، چیخنا، چلانا، جلسے جلوس اور مظاہروں کا فائدہ ہر جگہ نہیں ہوتا۔ بعض مسائل میں احتجاج اور مظاہرے، جلسے جلوس سے فائدہ ہو جاتا ہے لیکن ہر مسئلہ میں یہ نہیں ہوسکتا، گجرات میں کھلے عام زیادتی ہوئی، وہاں کی انتظامیہ نے تساہلی سے کام لیا، غفلت برتی، واضح طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ انتظامیہ نے سب کچھ ہونے دیا حالانکہ صرف دوروز کے اندر فسادات پر قابو پایا جاسکتا تھا، لیکن جب محافظ ہی انسانیت سوز حرکتیں کرنے لگیں تو کوئی کیا کرسکتا ہے؟ امدادی کاموں کے علاوہ ہم پریس اور دوسرے طریقوں سے اس پر اپنی رائے کا اظہار کررہے ہیں اور ان کو شرمندہ کرنے اور احساس دلانے کی کوشش کررہے ہیں کہ انھوں نے جو کچھ کیا وہ انتہائی غلط کام ہے، خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ کام ہندو پریس بھی کررہا ہے اور ان کی گھناؤنی حرکتوں کو سامنے لا رہا ہے۔ ان کو شرمندہ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ دنیا کے سامنے شرمندہ ہوں تب ان پر اثر پڑے گا، یہ سب جان بوجھ کر کیا گیا ہے، گجرات معاملات پر میں نے اپنے دو تین مضامین میں یہ تحریر کیا کہ مسلمانوں کو جو نقصان ہوا اور جو سفاکی ہوئی وہ اپنی جگہ ہے لیکن اس سے ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے، گجرات برسوں پیچھے چلا گیا ہے، چاہے کرنے والے ابھی کچھ نہ سوچیں، ابھی انھیں درد معلوم نہیں ہوگا لیکن چوٹ لگی ہے تو درد بہر حال ہوگا، آہستہ آہستہ انہیں محسوس ہوگا، گجرات فسادات سے ملک کا نام بدنام ہوا ہے، یہ ملک اہنسا (عدم تشدد) کا ملک سمجھا جاتا تھا، انسانیت نوازی اور بھائی چارگی کے لئے دنیا میں اس کی شہرت تھی، اب سب یہ جان گئے ہیں کہ یہ ہنسا (تشدد) کا ملک ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

اہنسا (عدم تشدد) کا ملک نہیں رہا، ملک ذلیل ہوا اور اس کا وقار مجروح ہوا، اعتبار ختم ہوا، اب لوگ یہاں آکر کارخانے لگائیں گے؟ کیا یہاں سرمایہ کاری کریں گے؟ گجرات کے تاجر بھاگ رہے ہیں، گجرات کو بے تحاشہ نقصان پہنچا، یہ کوئی عقل مندی کی بات تھی؟ آپ نے کچھ لوگوں کو مار دیا، قتل کر دیا، آپ کے دل کو تسکین مل گئی لیکن آپ نے خود اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری۔

سوال: اشوک سنگھل نے حال ہی میں دھمکی دی کہ مسلمان ہمارے رحم وکرم پر ہیں، اگر انھوں نے ہماری مخالفت کی تو ملک کے ہر حصہ کو گجرات بنا دیا جائے گا، اس پر آپ کیا کہیں گے؟

جواب: سنگھل ایسی باتیں شروع سے ہی کہتے رہے ہیں، ہر غلط سلط بات کہنے والے پر اگر آپ دھیان دیتے رہیں گے تو زندگی اجیرن ہو جائے گی۔

سوال: سنگھ پریوار کے اشارے پر حکومت ملک بھر کے دینی مدارس کو نشانہ بنا رہی ہے، مدارس کا رجسٹریشن لازمی کیا جا رہا ہے، اس مسئلہ پر بورڈ کیا رُخ اختیار کرے گا؟

جواب: مسلم پرسنل لاء بورڈ نے اس معاملہ پر کچھ تجاویز منظور کی ہیں، اس مہم کو بے اثر کرنے کے لئے ہم جو کچھ کر سکتے ہیں کریں گے کیونکہ ہم اسے اپنے بنیادی حقوق میں مداخلت تصور کرتے ہیں، اصل میں یہ بین الاقوامی سازش ہے جس کے اثرات یہاں بھی پڑ رہے ہیں، لیکن انشاء اللہ وہ اپنے ناپاک ارادوں اور منصوبوں میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم لوگوں کو بیدار رہنے کی ضرورت ہے اور ہم جمہوری و دستوری طریقہ سے اس کا مقابلہ کریں گے۔

سوال: شاہی امام اکثر بورڈ کے معاملات میں مداخلت کرتے رہتے ہیں، کیا انھیں روکا نہیں جا سکتا؟

جواب: وہ شاہی امام ہیں، ہر شخص اپنے ذہن اور حالات کے مطابق بات کرتا ہے، اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں اور مزید اختلافات کیوں پیدا کئے جائیں۔

سوال: بورڈ کی جانب سے اصلاح معاشرہ کے پروگرام کو سامنے لایا گیا تاکہ مسلم معاشرہ میں پروان چڑھ رہی غلط رسوم ورواج اور برائیوں کا خاتمہ کیا جا سکے، لیکن بورڈ کا یہ پروگرام

www.abulhasanalinadwi.org

مکمل طور پر اثر انداز نہیں ہو سکا، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اصلاح معاشرہ کا کام بہت بڑا کام ہے، کوئی ایک فرد، ایک جماعت یہ کام موثر ڈھنگ سے نہیں کر سکتی، بورڈ نے ایک تجویز منظور کی ہے، ہم سب کو متوجہ کریں گے، ہماری یہ کوشش ہے کہ ہر صوبہ اور ہر شہر میں کام کرنے والے کھڑے ہوں اور اس کام کو کریں، دیکھئے پوری امت پھیلی ہوئی ہے، اس لئے ہر جگہ یہ کام ہونا چاہئے اور ہر آدمی اس میں شریک ہو تو انشاء اللہ اس کا فائدہ ہوگا۔

سوال: ملت میں مسلکی اختلافات عروج پر ہیں، ان اختلافات کو دور کرنے اور آپسی ٹکراؤ کو ٹالنے کے لئے کیا کیا جانا چاہئے؟

جواب: دیکھئے اختلافات رہتے ہیں، انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ بھائی بھائی سے مختلف ہوتا ہے، اختلافات تو رہیں گے، آپ اسے ختم نہیں کر سکتے، ان اختلافات کے ساتھ ایک دوسرے کے تعاون کے ساتھ زندگی گزارنا اہم ہے، یہ سوچئے کہ یہ اختلافات رکھتے ہوئے ہم کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں، مل جل کر رہ سکتے ہیں؟ اگر اس کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو قوم ترقی کرتی ہے اور اگر اس کی صلاحیت پیدا نہ ہو، آپس میں ذرا ذرا سی بات پر لڑنے لگیں تو قوم تباہ و برباد ہو جاتی ہے، یہ ہماری ملت کی بڑی کمزوری ہے، وہ اختلافات کے سبب ایک دوسرے سے دور ہوتے جا رہے ہیں، دوسری بات یہ کہ ہمارے مسلکی اختلافات کو ہوا دینے والی بھی بے شمار طاقتیں کام کر رہی ہیں، ہمیں اغیار کی سازشوں کو سمجھنا ہوگا، اور متحد ہو کر ان کا منہ توڑ جواب دینا ہوگا۔

سوال: سیاسی سطح پر مسلمانوں کو کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ مسلمانوں کو کرپشن سے بچنا چاہئے، کرپشن بہت پھیل گیا ہے، اس کے علاوہ انہیں جمہوری اور دستوری طریقہ پر کاربند رہنا چاہئے، اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو ان کی وقعت ہوگی، ان کا وقار بڑھے گا، ان کا سیاسی وزن بڑھے گا اور ہر جماعت ان کی بات سننے پر راضی ہوگی، اس ملک میں جمہوریت ہے، کوئی جماعت

www.abulhasanalinadwi.org

آپ کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔

سوال: کچھ حلقوں سے مسلسل ایک علیحدہ مسلم سیاسی جماعت کی بات سامنے آرہی ہے، تو کیا واقعی اس کی ضرورت ہے؟ آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر کی حیثیت سے نہیں بلکہ ہمارا ذاتی خیال یہ ہے کہ جو مسائل، جو معاملات مشترک ہیں ہم میں اور غیر مسلموں کے اندر، اس میں علیحدہ جماعت بنانے کی ضرورت نہیں ہے، ہاں جو صرف ہمارے اپنے مسائل ہیں اس کے لئے مسلمانوں کی کوئی الگ جماعت ہوسکتی ہے، جو مسلمانوں کے ہی مسائل کو دیکھے گی، لیکن جو ملکی مسائل ہیں، جن میں آپ بھی شریک ہیں اور وہ بھی شریک ہیں تو اس میں آپ الگ جماعت بنا کر ایک ٹکراؤ اور گروپ بندی کی فضا بنائیں، یہ ہمارے لئے فائدہ مند بات نہیں ہے۔

سوال: گجرات کے معاملہ پر اپوزیشن جماعتوں کے رول سے آپ کہاں تک مطمئن ہیں؟

جواب: سیاسی جماعتیں جب کوئی اچھا کام کرتی ہیں اس میں بھی ان کی کچھ نہ کچھ سیاست ہوتی ہے، گجرات کے معاملہ پر اپوزیشن نے کام اچھا کیا، ان کو اس سے فائدہ بھی پہونچا، ان کے مطابق لوگوں کے دلوں میں ان کی وقعت بڑھی، اگر انھوں نے فائدہ کی نیت سے بھی یہ کام کیا تو بہت اچھا کیا، ملک کے لئے بہتر ہے، اگر سب آنکھیں بند کئے بیٹھے رہیں تو حکومت جو چاہے کرے گی اور یہ ملک کے لئے نقصان دہ ہوگا، یہ بڑی اچھی علامت ہے جو دیکھنے میں آئی کہ ہندو صحافیوں اور ہندو اسکالروں نے بھی کھل کر برائی کو برائی کہا، یہ ملک کے مفاد میں ہے۔

سوال: تعلیمی بھگوا کرن سے بورڈ کیسے نمٹے گا؟

جواب: سب سے پہلے تو یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے تعلیمی نظام کو درست کریں، تعلیم کو پروان چڑھائیں، ہم تعلیمی اعتبار سے آج بھی پسماندہ ہیں، تعلیم کو تحریک بنانے کی ضرورت ہے، تعلیم کو عام کرنا مشکل نہیں، تعلیم ہی بھگوا کرن کا منہ توڑ جواب دے سکتی ہے، صحیح بات غلط بات کو ختم کر دیتی ہے، بھگوا کرن آخر ہے کیا؟ کیا کوئی اس ملک کو دو ہزار

www.abulhasanalinadwi.org

سال پیچھے لے جاسکتا ہے؟ممکن نہیں کہ جو تہذیب ملک کی دو ہزار سال پہلے تھی وہ اس زمانے میں رائج ہوسکتی ہے، کہنے کو آدمی جو چاہے کہہ دے لیکن اس پر عمل ہوسکتا ہے؟ ہماری ذمہ داری ہے کہ مثبت کام کریں، مثبت کام منفی کام کو ختم کردیتا ہے، ہم غیروں کے ذہن بدلنے کی کوشش کریں، ان کی غلط فہمیوں کو دور کریں، انہیں بتائیں اسلام کیا ہے، اس سے بڑا فائدہ ہوگا، اگر کوئی سازش کرنے کی کوشش کرے گا تو بھی یہی صاف ذہن غیر مسلم اس کا مقابلہ کریں گے، رہی بورڈ کی بات تو بورڈ ہر معاملہ میں ملت کے ساتھ رہا ہے، تعلیمی بھگوا کرن کو روکنے کے لئے بھی بورڈ اقدامات کرے گا۔

سوال: موجودہ حالات کے پس منظر میں مسلم نوجوانوں کو آپ کیا پیغام دیں گے؟

جواب: مسلم نوجوانوں کو بیدار رہ کر حالات کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے اور جو تقاضے ہیں، چیلنجز ہیں انھیں سمجھ کر ان کے مطابق اپنے قدم بڑھانے چاہئے۔ ہم غلط پروپیگنڈے سے چیلنجز کو نہیں سمجھ پاتے، چھوٹے چیلنجز پر ہماری توجہ مبذول کروادی جاتی ہے اور بڑا چیلنج کھڑا کردیا جاتا ہے، تو یہ ضروری ہے کہ پہلے ہم چیلنجز کو سمجھیں پھر اس کے بعد ان کا مقابلہ کریں، ہمارے پاس تعلیم اور مطالعہ کی بڑی کمی ہے، ہمارے نوجوان ماشاء اللہ بڑے جذباتی ہیں لیکن تعلیم اور مطالعہ انتہائی کم ہونے کے سبب وہ کسی سازش کو سمجھنے میں تاخیر کردیتے ہیں، اس لئے بڑی دشواری ہوتی ہے، کوئی غلط آدمی، کوئی بد خواہ، ایسا مسئلہ چھیڑ دیتا ہے کہ ہماری طاقت اس میں صرف ہوجاتی ہے، چیلنج اپنی جگہ رہ جاتا ہے، اگر ہم پڑھے لکھے ہوں، ہمارے اندر شعور ہو، حالات کو سمجھتے ہوں، خطرات سے آگاہ ہوں تو کوئی ہمیں دھوکہ نہیں دے سکتا۔

www.abulhasanalinadwi.org

''گجرات میں جو ظلم کیا گیا اس سے پورا ملک بدنام ہوا''

۲۰۰۲ء میں گجرات میں ہونے والے منصوبہ بند مسلم کش فسادات کے ردعمل میں بعض مسلمانوں کی جانب سے ہونے والی انتقامی کاروائیوں کو اسلام سے جوڑا جانے لگا، ان سخت آزمائشی حالات میں ملت کو امید وحوصلہ افزا پیغام دینے اور صحیح راہ عمل متعین کرنے کے لئے محترم مولانا امین الدین شجاع الدین صاحب رئیس التحریر ''تعمیر حیات'' لکھنؤ نے مولانا دامت برکاتہم سے یہ انٹرویو لیا جو تعمیر حیات ۱۰/ اکتوبر ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

سوال: گاندھی نگر کے مندر میں جو حملہ ہوا، کیا اس حملہ سے مسلمانوں پر بلاوجہ عائد کئے جانے والے دہشت گردی کے الزام کو تقویت نہیں ملتی؟

جواب: ایسے واقعات کو ان کے کرنے والوں کے مذہب اور فرقہ پر ڈالنا صحیح نہیں ہے، ملک اور سماج میں دن ورات ایسے واقعات پیش آتے ہیں کہ بعض خدا ناترس افراد قتل وسفاکی کے مرتکب ہوتے ہیں، لیکن کیا ان کا الزام قصور کرنے والوں کے مذہب کو یا فرقہ کو دیا جائے گا؟ ایسا نہیں ہے، دراصل یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ ایسا کرنے والے کے کرنے کے اسباب کیا ہیں؟ کیا یہ کسی معاند کی طرف سے منصوبہ کے تحت ہوا ہے یا صرف شخصی اور مقامی سبب سے ہوا ہے؟ بعض وقت آدمی کو خود یا اس کے قریبی اعزہ کو سخت ظلم وزیادتی سے گذرنا پڑتا ہے، یا اس کے ساتھ کوئی سخت معاملہ پیش آتا ہے، اس کے نتیجہ میں اس پر ایسا اثر پڑتا ہے کہ وہ انتقام پر تُل جاتا ہے، یا مغلوب الغضب ہوکر بہت سفاکی کر جاتا ہے، یہ اس کا اپنا ذاتی فعل ہوتا ہے، لہٰذا ایسے واقعات کے کرنے والے کو سزا تو پوری دینی چاہئے، اور مذمت کرنی چاہئے، لیکن کسی دوسرے پر خواہ وہ اس کے اعزہ ہوں، یا اس کے فرقہ کے ہوں، الزام دینا صحیح نہیں، واقعہ کے اصل اسباب کی تحقیق کر کے پھر رائے قائم کرنا چاہئے۔

سوال: گجرات میں بے انتہا تشدد وبربریت کی گئی، پھر اس کے وزیر اعلیٰ مسٹر مودی اور دیگر بعض ہندو فرقہ پرست رہنماؤں کے ایسے بیانات آئے جو اقلیت دشمنی کے حامل تھے، ان کے سلسلہ میں آپ کا کیا ردعمل ہے؟

جواب: مسلمانوں کو بے محابا قتل کئے جانے اور جلائے جانے کے بعد ایسے بیانات بالکل الٹا معاملہ قرار دیئے جائیں گے اور بڑی زیادتی اور بے انصافی کی بات قرار دی جائے گی، یہ

www.abulhasanalinadwi.org

بیانات مسلمانوں کے دلوں کو بہت دکھانے والے بلکہ غصہ دلانے والے ہیں، لیکن یہ خیال کر کے کہ ان بیانات کا لب ولہجہ سنجیدہ اور سمجھدار انسانوں کا لب ولہجہ نہیں ہے، یہ گھٹیا درجہ کا انداز ہے، ان کا جواب دینا لاحاصل قسم کی بات معلوم ہوتی ہے، اس لئے مسلمانوں کے ذمہ داروں نے ان کا جواب نہیں دیا، البتہ ان کے پیچھے جو ظلم وبربریت صوبہ کے اندر کی گئی ہے وہ یقیناً قابل نفرت ومذمت ہے، لیکن قدرے اطمینان کی بات یہ ہے کہ خود ہمارے ہندو ہم وطن بھائی اس کا نوٹس لے رہے ہیں، اور گجرات میں جو ہوا اس پر سخت تنقید کر رہے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ اس کی قدر کرنی چاہئے، پھر مزید یہ ہوا کہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات میں بیداری بھی بڑھ گئی، اور جو کام مسلمانوں میں مذہبیت پیدا کرنے کی کوشش میں ہزاروں واعظ نہیں کر سکتے تھے وہ کام ان یک طرفہ فسادات وظلم وتشدد نے انجام دے دیا ہے، اور ان فسادات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو کچھ کیا گیا وہ خاص ذہن کی ایک جماعت کی طرف سے کیا گیا ہے، اس کا الزام اکثریتی فرقہ کو نہیں دیا جا سکتا۔ باقی مسلمان قائدین کی جو ذمہ داری ہے وہ الحمدللہ انجام دی جا رہی ہے، یہ حضرات حالات پر نظر رکھے ہوئے ہیں، اور جمہوری ودستوری ذرائع سے اپنی صلاحیتوں کے مطابق جو کرنا مناسب ہے، اس کی فکر کر رہے ہیں، اگرچہ پریس میں وہ اس کا پروپیگنڈہ نہیں کرتے، اس لئے کہ یہ کام اللہ کے لئے اور امت کی خدمت کے لئے ہیں، میرے علم میں یہ ہے کہ وہاں اجڑے لوگوں کی مدد کے سلسلہ میں مسلمانوں کی مختلف کمیٹیاں اور ادارے اپنے اپنے دائرہ میں کام کر رہے ہیں، اور ذمہ داروں کے دورے بھی ہو رہے ہیں، کھلے ہوئے ظلم کے واقعات کی قانون دانوں کی مدد سے تحقیق بھی کی جا رہی ہے کہ ان کو حکومت کے سامنے رکھا جائے اور حسب ضرورت عدالت سے رجوع کیا جائے۔ اس میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے مختلف ارکان اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق اپنے اپنے دائرہ میں حصہ لے رہے ہیں، پرسنل لا بورڈ کی طرف سے ایک وفد نے شروع میں دورہ کیا تھا، اب پھر ایک وفد دورہ کرنے جا رہا ہے، اس کے علاوہ وزیر اعظم سے بھی ملنے کا

www.abulhasanalinadwi.org

پردگرام ہے۔

سوال: گجرات کے واقعات وحالات ہندوستان کے قومی مفادات کے پس منظر میں کیا اثر رکھتے ہیں؟

جواب: گجرات میں جن لوگوں نے مذہب وفرقہ کی بنیاد پر جو کشت وخون کیا دراصل انھوں نے اس سے ملک کے صرف ایک طبقہ کو ہی نقصان نہیں پہونچایا بلکہ انھوں نے ملک کو کمزور کیا، اور ملک کے باہر اپنے ملک کی عزت وشہرت کو نقصان پہونچایا، اس سے خود صوبہ کی اقتصادیات اور کاروبار کو زبردست خسارہ ہوا، یہ صوبہ اقتصادی وکاروباری ترقی میں بہت بڑھا ہوا تھا، ان فسادات نے اس کو پیچھے کردیا، اور جو واقعات مسلمانوں کے ساتھ پیش آئے وہ ہندوستان کے دستور کی طرف سے اقلیتوں کو دیئے گئے حقوق کے منافی ہونے کے ساتھ ساتھ خود ہندو مذہب کے اصولوں کے بھی خلاف ہیں، تو اس ظلم وبربریت سے انھوں نے خود اپنے مذہب کو بدنام کیا، اس ملک میں صدیوں سے مذہبی اختلافات کو ایک خوشگوار تنوع کی حیثیت حاصل رہی ہے، حتیٰ کہ پاکستان کے نام سے علاحدہ ملک کے مطالبے کی مخالفت ہندوستان کے قومی لیڈروں نے اسی بنیاد پر کی تھی، اب اگر خود ہندوستان اپنے مذہبی تنوع کو آپسی دشمنی اور لڑائی میں تبدیل کرتا ہے تو وہ دراصل ہندوستان کے عوام میں آپسی دشمنی کا ایسا زہر بھرتا ہے جس سے اس ملک کی یکجہتی اور مضبوطی کو بے انتہا نقصان پہونچے گا۔

سوال: گجرات کی حکومت کے ذمہ دار اور ان کے ہم نوا لوگ گجرات کے واقعات کو قابل فخر قرار دے رہے ہیں، اس سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: گجرات کی حکومت اور وزیر اعلیٰ جس کو فخر کا کام سمجھ رہے ہیں، اس نے ہندوستان کی عزت وشہرت کو ساری دنیا میں داغدار کردیا ہے، خود وزیر اعظم باجپئی نے اپنے بیرون ملک کے دورے میں اس کو محسوس کیا اور شرمندگی کا اظہار کیا، گجرات کے اس کشت وخون کو اس کے حکمراں فخر کی بات سمجھتے ہوں گے، لیکن اس سے ہندوستان کی صدیوں سے قائم رواداری اور آپسی ہم آہنگی کی شہرت کو غیر معمولی نقصان پہونچا ہے، نیز صوبہ کی

www.abulhasanalinadwi.org

اقتصادی ترقی بہت متاثر ہوئی ہے، جس کا احساس خود گجرات کے کاروباری لوگوں کو ہو رہا ہے۔

سوال: گجرات کے واقعات نے مسلمانوں پر کس حد تک اثر ڈالا۔

جواب: مسلمانوں کی امت اب کوئی چھوٹی سی یا محدود جگہ رہنے والی امت نہیں ہے، وہ دنیا کے پونے دو سو آزاد ملکوں میں سے تقریباً ستر ملکوں میں اکثریت کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کے علاوہ تقریباً پچاس ملکوں میں بڑی اقلیتوں کی صورت میں ہیں، اس طرح وہ دنیا کے دو تہائی ملکوں سے زیادہ میں پھیلے ہوئے ہیں، گجرات میں جو ظلم کیا گیا اس کو دنیا کے اکثر ملکوں میں بہت بری نظر سے دیکھا گیا ہے، اور سخت مذمت کی گئی ہے، اور ملک بدنام ہوا، جس کی تلافی جلد ممکن نہیں، پھر مزید یہ ہوا کہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات میں بیداری بھی بڑھ گئی، اور جو کام مسلمانوں میں مذہبیت پیدا کرنے کی کوشش میں ہزاروں واعظ نہیں کر سکتے تھے وہ کام ان یک طرفہ فسادات و ظلم و تشدد نے انجام دے دیا ہے، مسلمانوں کو ان واقعات سے نقصان اور تکلیف تو بہت پہونچی ہے لیکن وہ ان واقعات کی وجہ سے مزید ہوشیار اور بیدار ہو گئے ہیں، اور ان کا اپنے مذہب سے تعلق میں اضافہ ہوا ہے، اور حالات کا مقابلہ کرنے کا عزم بڑھ گیا ہے۔

سوال: گجرات کے تکلیف دہ واقعات کے پس منظر میں آپ کا مسلمانوں کو کیا مشورہ ہے؟

جواب: حالات کتنے ہی سنگین پیش آئیں، مسلمانوں کو مایوس نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اپنے پروردگار کی رحمت و مدد کی امید رکھتے ہوئے حالات کا مقابلہ کرنا چاہئے، مسلمان اپنی تاریخ میں بعض دفعہ بہت سخت حالات اور تباہی سے گذرے، لیکن پھر اللہ کی رحمت آئی، اور وہ ابھر کر پھر اپنی عزت و قوت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے، یہ امت قیامت تک باقی رہنے کے لئے ہے، یہ دنیا کو درست راستہ دکھانے اور انسانیت کا سبق دینے کے لئے تیار کی گئی ہے، وہ جب اپنے فریضہ کو انجام دے گی تو اس کو عزت و عظمت ملے گی، کوتاہی کی صورت میں اس کو قدرت کی طرف سے تنبیہ بھی ہوتی ہے، ہم کو اس تنبیہ سے سبق لینا چاہئے، اور اپنے کو خدا کی مرضی کے مطابق بنانے کی کوشش

www.abulhasanalinadwi.org

کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ ہر طرح کے حالات کو بدلنے پر پوری قدرت رکھتا ہے، مسلمان دانشوروں کو ایک کام یہ ضرور کرنا چاہئے کہ اپنے ہم وطنوں کو اسلام و مسلمانوں کے بارے میں جو غلط فہمیاں ہیں ان کو وہ ابلاغ و دیگر ذرائع سے دور کرنے کی بھی کوشش کریں، کیوں کہ اکثر لوگ عموماً حقیقی صورت حال سے آگاہ ہو جانے پر مخالف سے ہمدرد میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

''مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ میں مدارس کا کلیدی کردار ہے''

مدارس اسلامیہ کے خلاف بے بنیاد الزامات کی حقیقت اور اس مہم کے پس پشت کارفرما عوامل ومحرکات کو جاننے اور انکے تدارک کے لئے کس طرح حکمت عملی تیار کی جائے اس مقصد سے پندرہ روزہ ''تعمیر حیات'' کے رئیس التحریر نے یہ انٹرویو لیا جو تعمیر حیات ۲۵/اکتوبر ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا۔

سوال: آپ کے نزدیک مدارس کے خلاف سازشوں اور الزامات کے پس پشت کون سے عوامل ومحرکات اور مقاصد ہوسکتے ہیں؟ عالمی طاقتیں مدارس کو آخر اپنے لئے کیوں خطرہ سمجھ رہی ہیں؟ مدارس کے خلاف مہم کو کیا ہماری مذہبی وتہذیبی قدروں کے خلاف ایک منصوبہ بند اور دوررس نتائج کی حامل مہم قرار دیا جاسکتا ہے؟

جواب: ان دنوں مدارس کو جو صورت حال درپیش ہے، ان کی وجوہات تلاش کرنے اور ان کے محرکات وعوامل کو سمجھنے کے لئے ہمیں تاریخ کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

یورپین ممالک اور ان کے سامنے کی مسلمان حکومتوں کے درمیان جنگوں کا ایک سلسلہ چلتا رہا تھا جو صلیبی جنگوں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، مسلمانوں کی طرف سے ترکی کی عثمانی حکومت کو یورپ کی جنگجو قوموں سے مقابلہ تھا جس میں برابر ترکی کو بالادستی حاصل رہی اور یورپین طاقتوں کو برابر شکست ہوتی رہی، جس نے یورپ کی قوموں کے دلوں اور ذہنوں میں مسلمانوں کو اپنا حریف سمجھنے کا نہ ختم ہونے والا احساس پیدا کردیا، چنانچہ جب ترکی اور دیگر ممالک اسلامیہ سیاسی اور علمی لحاظ سے کمزور ہوئے اور تمدن وحکمرانی میں یورپ کو ترقی وعروج حاصل ہوا تو یورپ نے مسلمان مشرقی ممالک پر یکے بعد دیگرے قبضہ جمایا اور علمی وتمدنی لحاظ سے ان ممالک کو اپنی بالادستی میں لے لیا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ جب کسی قوم کی کسی ملک پر حکومت قائم ہوتی ہے تو صرف اقتدار ہی نہیں آتا بلکہ اقتدار کے ساتھ ساتھ اس قوم کی تہذیب اور اس کی مخصوص فکر بھی آتی ہے۔ چنانچہ یورپ کا جہاں جہاں قبضہ ہوا، وہاں وہاں ان ارباب اقتدار نے اپنے مخصوص سانچہ میں ڈھلا ہوا نظام تعلیم بھی رائج کیا، ان کے اس نظام تعلیم کی روح اسلام دشمنی پر مبنی تھی، نتیجہ میں مسلمانوں کی نئی نسلیں اسلام کی عظمت کو اور انسانیت

www.abulhasanalinadwi.org

نوازی اور اسلامی تعلیمات کی خوبی کو شک کی نظر سے دیکھنے لگی اور اس طریقے سے ان میں احساس کمتری پیدا ہوا کہ اسلام وقت کا ساتھ نہیں دے سکتا اور عصری تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت اس میں نہیں ہے..... اس طرح یورپین ممالک نے اپنے نظام تعلیم کی راہ سے نئی نسلوں کے دل و دماغ کو اسلام سے برگشتہ کر کے یہ سمجھا کہ اس حربہ سے ہم نے اپنے حریف کو کمزور و بے دست و پا کر دیا ہے۔

نظام تعلیم کے علاوہ انہوں نے لٹریچر اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اسلام کے خلاف ذہن سازی کا کام کیا، یورپین مستشرقین نے مسلم دشمنی اور اسلام دشمنی کے رجحانات اپنی تصانیف میں شامل کر دیئے..... علاوہ ازیں، صلیبی جنگوں کے پس پشت جو ذہنیت کارفرما رہی تھی وہ یورپین اہل علم کے ایک خاص طبقہ میں برابر قائم رہی۔ ظاہر بات ہے کہ اسلامی مفکرین کے لئے یہ صورت حال سخت فکرمندی اور توجہ کا باعث تھی اور ان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ وہ اس معاندانہ تہذیبی و فکری یلغار کو روکیں اور اسلام کے پیغام ابدی کو دنیا کے سامنے لائیں۔ اس کے نتیجہ میں الحمدللہ ایسا لٹریچر متعدد اسلامی مفکرین کے قلم سے سامنے آیا جس نے اسلام سے برگشتہ نسل میں اسلامی احساس اور بیداری پیدا کی، ان میں عزت نفس کا شعور بیدار ہوا، عظمت رفتہ کی بازیافت کا جذبہ پیدا ہوا، دوسری طرف اسلامی تعلیمات سے نئی نسلوں کو بہرہ ور کرنے کا کام ان عوامی سطح کے مدارس کے ذریعہ انجام دیا گیا جنہوں نے علوم اسلامیہ کی تعلیم کے ذریعہ اسلامی شریعت و تعلیمات کے ماہر تیار کئے ان کی تعداد اگرچہ ضرورت سے کم رہی لیکن اپنی قلیل تعداد کے باجود انھوں نے مسلمانوں میں اسلام کی وابستگی کو قائم رکھا اور ایسے علماء بھی پیدا کئے جو اسلام کی عظمتِ رفتہ کو واپس لانے اور اسلام دشمنوں پر پڑا ہوا نقاب الٹنے کا کام کرتے رہے۔

ان دونوں پہلوؤں سے کی گئی کوششوں سے اسلامی عظمت کے واپس آنے کی توقعات محسوس کی جانے لگیں اور بیسویں صدی کے ختم ہوتے ہوتے یہ احساس ہونے لگا بلکہ کہا جانے لگا کہ آنے والی اکیسویں صدی انشاء اللہ اسلام کی صدی

www.abulhasanalinadwi.org

ہوگی..... مفکرین اسلام کے اس اظہار خیال کو بھی یورپ نے فکری مندی سے لیا اور اسے یہ احساس ہوا کہ اس صورت میں تو اسلام اور مسلمان دوبارہ طاقت حاصل کر کے یورپ کے تمدن اور بالادستی کے لئے چیلنج بن سکتے ہیں چنانچہ جہاں جہاں مسلمانوں میں جوش اور غیرت اسلامی کا اظہار ہوا وہاں ان کو سختی سے کچلا گیا، اس کی مثال بوسنیا اور چیچنیا میں کئے جانے والے مظالم میں ملتی ہے۔

ان ملکوں میں مسلمانوں پر جو ظلم وستم کئے گئے، اس سے مسلمانوں میں غم وغصہ پیدا ہوا، ان میں اپنے ہم مذہب بھائیوں کی مظلومیت و بے چارگی کا احساس جاگنا ایک فطری امر تھا، ان کی غیرت بیدار ہوئی، اس بیداری کو دیکھتے ہوئے اسے غیر مؤثر بنانے کی خاطر یورپ نے منصوبہ بندی (Planning) کی اور یورپ کا اپنا تجزیہ اور احساس یہ رہا کہ اس کے ذمہ دار مدارس ہیں، نشاۃ ثانیہ کی ان کوششوں کا سرا مدارس سے جاملتا ہے اور احیائی ذہن سازی میں مدارس کا کلیدی اور بنیادی کردار ہے۔

اس لئے مدارس ان کی نگاہوں میں بری طرح کھٹکنے لگے، وہ مدارس اسلامیہ کو اپنی راہ کا روڑا سمجھنے لگے، لیکن چونکہ آئینی ودستوری لحاظ سے مدارس کو ختم کر دینا ممکن نہیں ہوسکتا، اس لئے انہوں نے مدارس کے خلاف منفی ذہن بنانے کی منصوبہ بند کوششیں شروع کر دیں، مدارس پر بے بنیاد الزام تراشیاں شروع کی گئیں، بغیر کوئی ثبوت فراہم کئے انہیں دہشت گردی کے مراکز کہا گیا اور ایسے پروپیگنڈے کئے گئے جن سے مدارس اور دین پسند حلقوں کی شبیہ بگڑ جائے اور ان سے نفرت عام ہو جائے۔

اس موضوع پر بات کرتے وقت یہ بات بھی ہمارے پیش نظر رہنی چاہئے کہ کچھ پاکستانی مدارس سے فیض یافتہ نوجوانوں کی طرف سے اسلام دشمن طاقتوں سے نبرد آزما ہونے کا جو جذبہ ظاہر ہوا اس کو مدارس دشمنی کی دلیل بنایا گیا حالانکہ اس کے پس پشت بھی امریکہ ہی تھا، طالبان کو امریکہ نے اپنے مقاصد کی برآوری کے لئے خصوصی مدد دی تھی، اور ان کے جوش اور جذبہ کے ذریعہ اپنے حریف روس کی

www.abulhasanalinadwi.org

طاقت کو توڑا تھا، یہ حقائق سب پر واشگاف ہیں، البتہ فلسطین میں اسرائیل نوازی اور افغانستان میں اسلام پسند طاقتوں کے ساتھ ظلم وزیادتی سے عام مسلمانوں میں امریکہ کے مظالم کے خلاف غم وغصہ پیدا ہوا۔

ہندوستانی حکومت کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ ہندوستان کے مدارس کسی منفی راہ پر نہ چل پڑیں، حالانکہ ہندوستان کے مدارس نے اپنے ہم وطنوں کے شانہ بشانہ سامراجی طاقت کو ہندوستان سے نکالنے میں بڑا کارنامہ انجام دیا تھا اور پوری قربانی دی تھی، وہ اپنے ملک کے ہم وطن غیر مسلموں کی طرح برابر خیر خواہ رہے اور مدارس کی نصابی کتابوں میں، ان کے نظام تعلیم میں کوئی بات ملک ووطن کی بدخواہی کی نہیں پائی جاتی۔ اس کو حکومت کے تحقیقاتی اداروں نے بھی تحقیق کر کے معلوم کر لیا ہے لیکن محض اس ڈر سے کہ مدارس اسلام کی برتری کے لئے کوئی بڑا کام انجام نہ دیں، ان پر بلا دلیل الزامات لگائے جاتے رہے، جب کہ یہ خام خیالی ہے اور بے بنیاد بات ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ مدارس کے تعلق سے اپنی بے بنیاد غلط فہمیوں کو دور کر لے۔

رہا آپ کے سوال کے اس حصہ کا جواب کہ کیا مدارس مخالف مہم ہماری مذہبی وتہذیبی قدروں کے خلاف ایک منصوبہ بند اور دور رس نتائج کی حامل ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ہمارے دین کی بقاء مدارس سے وابستہ ہے اور اگر خدانخواستہ مدارس پر حرف آیا تو ظاہری اسباب کی اس دنیا میں ایک نسل کے بعد دین کی بقاء کی ضمانت نہیں دی جاسکتی، لیکن یہ دین قیامت تک کے لئے ہے اور باقی رہنے کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ مدارس کے ذریعہ دین کے تحفظ وبقاء کا کام لے رہا ہے، تو ہم کو قوی امید ہے کہ ان مدارس کو ختم نہیں کیا جاسکے گا، اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت کرے گا، بشرطیکہ ان مدارس کے لوگ اپنے پیغام حق کے لئے مخلصانہ کام کرتے رہیں، اخلاق وصالح سیرت کو اپنائے رہیں اور حکمت ودور اندیشی کے ساتھ کام کرتے رہیں،

سوال: کیا مدارس پر الزامات کے پس پشت غلط فہمیوں کو بھی دخل ہوسکتا ہے؟

جواب: اس میں پروپیگنڈہ کو دخل ہے، مثلاً جہاد ہی کی اصطلاح کو لیجئے، جہاد کے لغوی معنی ہیں

www.abulhasanalinadwi.org

اچھے مقاصد کے لئے جدوجہد اور کوشش کرنا، لیکن افسوس کہ ان دنوں جہاد کو صرف اپنے دشمنوں کو مارنے اور قتل کرنے کے مفہوم میں قرار دے کر اس کو غیر انسانی کام قرار دیا جارہا ہے، جب کہ ''جہاد'' کے لفظ میں اپنے نفس کو بداردوں سے باز رکھنے اور انسانیت کو غلط راہ پر لے جانے والوں کو ان کے اس عمل سے روکنے اور حق کے لئے کوشش کرنے کے معنی شامل ہیں، جہاد دراصل اچھے مقاصد کے حصول کے لئے جہد وجہد کرنے کا نام ہے البتہ جب ایسی صورت حال پیش آجائے کہ دوسری طرف سے تصادم کی نوبت ہو، یا ظالم کا سامنا ہو کہ اس کے لئے طاقت استعمال کرنا ہی حل ہو تو اسکو اختیار کرنا بھی جہاد ہے۔ لیکن بنیادی طور سے اس حقیقت کو سمجھنا چاہئے کہ اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے، وہ اگر طاقت کے استعمال کے ساتھ جہاد کرتا ہے تو بھی اس کا مقصد، انسانیت اور امن وسلامتی پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اسلام امن کا داعی اور پیامبر ہے، اس نے دعوت الی اللہ کا جو اصول بیان کیا ہے اسے ہی دیکھ لیجئے فرمایا گیا ہے۔

ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظه الحسنة
وجادلهم بالتی هی احسن.(النحل : ۱۲۵)

(ترجمہ: اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ حکمت اور آسانی کے
ساتھ اور ان سے بحث ومباحثہ کرو اچھے طریقے کے ساتھ)

ہاں اگر کوئی شخص جہاد کے لفظ کو ظلم وزیادتی کے لئے استعمال کرتا ہے تو یہ اس کا غلط فعل ہے اس سے اس لفظ کو بدنام نہیں کیا جاسکتا۔

سوال: ان غلط فہمیوں کے تدارک کی تدابیر کیا ہوسکتی ہیں؟

جواب: پروپیگنڈہ کے لئے جن ذرائع ابلاغ کو استعمال کیا جارہا ہے، ہم بھی ان ذرائع ابلاغ کو مثبت وتعمیری مقاصد کے لئے استعمال کرنے پر توجہ دیں، بلکہ وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ بڑے پیمانہ پر ہم ذرائع ابلاغ (Media) سے کام لیں اور اپنی کوششوں کو مفید وکارگر بنانے کی تدابیر کریں۔

سوال: الزامات کے نرغہ میں مدارس کو کون سی حکمت عملی وضع کرنی چاہئے؟

جواب: اس سلسلہ کی حکمت عملی کے کئی پہلو ہوسکتے ہیں مثلاً:۔

www.abulhasanalinadwi.org

مدارس کی افادیت اور خیر خواہانہ مزاج ومقصد سے برادران وطن کو واقف کرانا چاہئے بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو مدارس کی حقیقت سے سرے سے واقف ہی نہیں خصوصاً ان حالات میں جب کہ منفی پروپیگنڈہ ہو رہا ہے، اس سلسلہ میں اس پر توجہ دینے کی ہماری ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہم اپنے عقائد اور ان اخلاقی تعلیمات سے بھی برادران وطن کو واقف کرائیں جو انسانیت دوست، امن پسند اور انسانوں سے ہمدردی وخیر خواہی کی ضامن ہیں اس طرح غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہو سکے گا اور اسلام کے محاسن سے دنیا واقف بھی ہوگی۔

ہم انہیں یہ بھی سمجھائیں کہ اپنی نسلوں کو اپنے عقائد کی تعلیم دینا ہمارا دستوری وجمہوری حق ہے۔ نیز یہ کہ مدارس کے ذریعہ تعلیم وتربیت خود حکومت کی طرف سے اس تعلیم کا نظم کرنے کی ذمہ داری میں شرکت ہے اس طرح ملک کی کتنی بڑی تعلیمی وتربیتی ضرورت کو یہ مدارس پورا کر رہے ہیں۔

تیسرا پہلو یہ ہے کہ حکمراں طبقہ سے، ذمہ داران حکومت سے اور ارباب سیاست سے بھی ہم رابطہ رکھیں اور انہیں بتائیں کہ مدارس کیا ہیں، ملک میں جہل کے خلاف یہ کس طرح علم نافع کی شمعیں روشن کئے ہوئے ہیں، اگر انہیں مدارس کے تئیں غلط فہمیاں ہیں تو وہ مدارس کے ذمہ داران سے ملیں اور حقیقت حال سے آگہی حاصل کریں۔

چوتھا پہلو یہ ہے کہ ہم اپنے اندرونی نظام کو بالکل صاف ستھرا، شفاف اور کمزوریوں سے پاک رکھیں تاکہ کسی کو انگشت نمائی کا موقع ہاتھ نہ لگے۔

سوال: مسلم پرسنل لا بورڈ کے قیام کے پس پشت اپنے مقاصد ہیں اس لئے اس کا دائرہ کار بھی محدود ہے، لیکن مدارس کو درپیش صورت حال کے پیش نظر کیا بورڈ واقعی اور عملی دلچسپی لے گا؟

جواب: اس سلسلہ میں بورڈ دلچسپی لے رہا ہے، مدارس کو درپیش خطرات کو ملحوظ رکھتے ہوئے بورڈ نے اس سے پہلے کمیٹی بنائی تھی، حال میں اسے پھر متوجہ کر دیا گیا ہے، چند دنوں

www.abulhasanalinadwi.org

پیشتر کمیٹی کے کنوینر مولانا سلمان الحسینی کی نگرانی میں ایک جلسہ کٹولی ملیح آباد میں منعقد ہوا اور اس میں جو تجاویز پاس کی گئیں وہ پریس میں آچکی ہیں۔

سوال: تصویر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ سرکاری حلقوں کی جانب سے مدارس کے تئیں ظاہری طور پر ہمدردانہ رویہ اپنایا جارہا ہے، مثلاً انہیں مدد (aid) دیئے جانے کی باتیں ہوتی ہیں، نیز مدارس کے نصاب کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ بنائے جانے کے مشوروں کے ساتھ ساتھ اس نوعیت کی مراعات بھی دی جاتی ہیں۔ اس سلسلہ میں جناب والا کی رائے کیا ہے؟

جواب: بظاہر تو یہ اچھی باتیں ہیں اور فی نفسہ اچھی چیزیں ہیں، لیکن ذمہ دارانِ حکومت کے مدارس کے خلاف رویہ سے یہ شبہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ مذکورہ بالا کوششیں کہیں مدارس کے رخ کو تبدیل کرنے کی کوششیں نہ ہوں، ایسی کوشش جس کے ذریعہ مدارس کے نصاب میں عصری مضامین کی مقدار اتنی کردی جائے کہ دینی وشرعی مضامین کی مقدار کو نقصان پہنچے تو ظاہر ہے کہ اس کے ذریعہ مدارس سے ان کی اصل روح نکل جائیگی۔ حکومت کی مدد (aid) قبول کرنے کا یہ اثر پڑنا بھی ممکن ہوسکتا ہے کہ مدارس اور ان کے تعلیمی نظام میں حکومت کو عمل دخل کا مضرت رساں موقع فراہم کیا جائے اور مدارس کو اپنے اصل مقصد سے بہت دور کردیا جائے۔ ان حالات میں تو ہم کہیں گے کہ بڑے مدارس جو استغناء برت سکتے ہوں وہ مدد نہ لیں تاکہ ان میں دراندازی کے امکانات نہ پیدا ہوں۔

سوال: مدارس کے نصاب میں قدرے ترمیم کا مشورہ وقتاً فوقتاً ہمارے اپنے مخلص طبقہ کی طرف سے بھی آتا رہتا ہے، مدارس میں عصری علوم وفنون کے داخل نصاب کئے جانے کے سلسلہ میں جناب والا کے نزدیک کن بنیادی باتوں کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے؟

جواب: اس موضوع پر اکثر اظہار خیال کی ضرورت پیش آتی رہی ہے، ندوۃ العلماء کی تحریک کا ایک اہم اور بنیادی پہلو اصلاح نصاب بھی تھا۔

البتہ اس سلسلہ میں بنیادی طور سے یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ عصری مضامین

www.abulhasanalinadwi.org

کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک قسم ہے سماجی مضامین کی مثلاً تاریخ وجغرافیہ وغیرہ اور دوسری قسم ہے مادی وطبیعیاتی مضامین کی۔ جہاں تک اول الذکر یعنی سماجی علوم کا تعلق ہے تو ایسے مضامین مدارس کے نصاب میں بقدر ضرورت ضرور شامل کئے جانے چاہئیں البتہ اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ ایسے مضامین اسلامی روح سے خالی نہ ہوں، ایسا نہ ہو کہ وہ مضامین جن کی تشکیل یورپ کی سرپرستی میں ہوئی ہے جس کی وجہ سے ان میں الحاد کی روح پائی جاتی ہے، وہ بجنسہ لے لینے میں ہمارے طلباء پر مضر اثر پڑے، اصلاً ضرورت اس بات کی ہے کہ ان مضامین کو نئے مطلوبہ سانچے میں ڈھالا جائے، انہیں (Islamized) کرنے کا کام بڑا اہم اور ناگزیر ہے، ان مضامین کا مطالعہ انسان کو ملحد بھی بنا سکتا ہے، اور مسلمان بھی..... اس لئے اگر یہ کام کیا گیا تو ''علم نافع'' کی بڑی خدمت ہوگی اور انسانی دنیا پر بڑا احسان ہوگا۔

رہے مادی وطبیعیاتی مضامین تو ان کی اہمیت وافادیت مسلم ہے، ان کو ضرور حاصل کرنا چاہئے اور ان کے لئے اسکول قائم کرنا چاہئے بلکہ سچ پوچھئے تو یہ اللہ کی قدرت کو واضح کرنے والے اور انسان کے لئے خدا شناسی کا ذریعہ ثابت ہو سکتے ہیں، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے ایک طبقہ کو تو اسے فرض کفایہ کے طور پر نہ صرف پڑھنا چاہئے بلکہ ان علوم میں کمال حاصل کرنا چاہئے۔

لیکن جہاں تک مدارس کے نصاب میں مادی وطبیعیاتی مضامین کو شامل کئے جانے کا سوال ہے تو اس سلسلہ میں یہ بات کہنے کی ہے کہ مدارس میں ان کی مبادیات تو پڑھائی جاسکتی ہیں اور ان سے طلبائے مدارس کو واقف بھی ہونا چاہئے مگر یہ مطالبہ کہ ان مادی وطبیعیاتی مضامین کو وسعت کے ساتھ مدارس میں شامل نصاب کیا جائے، یہ درست نہیں ہے، اور عملاً ممکن بھی نہیں ہے۔ کیا میڈیکل اور انجینئرنگ تعلیم بیک وقت دی جاسکتی ہے؟ اگر نہیں دی جاسکتی اور اگر ایسا کرنا ممکن نہیں ہے تو یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ مدارس جو علوم شرعیہ، قرآن وحدیث وفقہ میں تخصص کے لئے قائم کئے گئے ہوں وہاں ان ہی کے ساتھ ساتھ طبیعیاتی مضامین بھی پڑھائے جاسکیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

مدارس کا بنیادی کام علوم شرعیہ کے ماہر علماء پیدا کرنا ہے۔ اگر وہ اپنا بنیادی کام کرنا چھوڑ دیں تو پھر اس صورت میں مدارس، مدارس ہی کیوں کر رہ جائیں گے؟

سوال: مدارس اسلامیہ پر الزامات کے تناظر میں جناب والا ارباب اقتدار سے کیا کہنا چاہیں گے؟

جواب: جیسا کہ میں نے کہا کہ ارباب اقتدار اپنی غلط فہمیوں کو دور کریں، ہمارے مدارس وہ نہیں ہیں اور ویسے نہیں ہیں جیسا کہ وہ انہیں سمجھ رہے ہیں، وہ بذات خود آئیں اور مدارس کو دیکھ لیں، انہیں سمجھ لیں، ان مدارس میں ہرگز کوئی ایسی تعلیم نہیں دی جاتی جس سے دستور ہند کی خلاف ورزی ہوتی ہو یا جو دستور کے منافی ہوں۔

سوال: امن پسند وصاف ذہن کے حامل برادران وطن کے سلسلہ میں آپ کیا کہنا چاہیں گے؟

جواب: ان کے ذہن میں جو غلط فہمیاں ہیں، ان کے ازالہ کے لئے ہم ذرائع ابلاغ (Media) سے کام لیں۔ ان کی زبان میں اور ان ہی کے اسلوب میں ان کو سمجھانے کی کوشش کریں۔

سوال: مدارس عربیہ اور ان کے ذمہ داران سے آپ کیا کہنا چاہئیں گے؟

جواب: ارباب مدارس مثبت اور سنجیدہ کام پر اپنی توجہ مرکوز کریں، اس کا استحضار رہے کہ وہ کام اللہ کی خوشنودی کے لئے کر رہے ہیں، اسی ذہن کو اپناتے ہوئے علوم دینیہ کی خدمت کریں۔ مزید وہ یہ سمجھیں کہ دین کے تقاضے کیا ہیں اور امت کو مضبوط کس طرح بنایا جاسکتا ہے۔

وہ مدارس کی اہمیت ونافعیت سے دوسروں کو واقف کرانے کا کام کرتے رہیں۔

خصوصیت کیساتھ یہ بات ان کے ذہن میں رہے کہ وہ اپنے کام کے بہت زیادہ اظہار اور شہرت طلبی سے بچیں، اس سے خواہ مخواہ غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں، مقصود کام ہو نہ کہ اعلان۔

قانون کا پاس ولحاظ رکھیں محتاط رہیں اور کوئی قدم ایسا نہ اٹھنے پائے جس سے الزام تراشی کا کوئی موقع کسی کے ہاتھ آئے، جمہوری ودستوری اصولوں کے دائرہ

www.abulhasanalinadwi.org

میں رہ کر کام کریں۔

ارباب مدارس اپنے ذاتی مفاد سے بلند ہو کر مثبت اور عملی کاموں کی طرف توجہ دیں تو انشاء اللہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد حاصل ہوگی اور ان کا کام موثر اور نفع بخش ہوگا۔

www.abulhasanalinadwi.org

''جذباتی مسائل کو بھی سنجیدہ حکمت عملی کے ساتھ حل کرنا چاہئے''

بابری مسجد کی شہادت کے دس برس مکمل ہونے پر ماضی اور حال کا از سر نو سنجیدگی سے جائزہ لینے اور اس جیسے پیچیدہ مسائل کے حل کے لئے کیا موقف اختیار کیا جانا چاہئے اس سلسلے میں مولانا مدظلہ کے افکار وخیالات ہندوستانی مسلمانوں تک پہونچانے کے لئے رئیس التحریر ''تعمیر حیات'' نے انٹرویو لیا جو تعمیر حیات ۲۵ر دسمبر ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

سوال: حسب سابق بابری مسجد کی شہادت کی دسویں برسی کے موقع پر مسلمانوں نے یوم دعا اور یوم غم، جب کہ سیکولر پارٹیوں نے یوم شرم اور فسطائی جماعتوں نے یوم فتح اور یوم شجاعت منایا۔ ۶ر دسمبر کے ان مختلف ناموں سے منائے جانے پر آنجناب کا تاثر کیا ہے؟

جواب: برسی یا کسی خاص دن کو کسی واقعہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے اسے مختلف ناموں سے منانا عام طور پر سیاسی مزاج ومقصد کے تحت ہوتا ہے اور اس کو اپنی جماعت یا ملت کے لئے اظہارِ قوت یا حصول شہرت کا ذریعہ بنایا جاتا ہے یا اس سے کسی قابل رد قومی رویہ کے خلاف احتجاج کرنا ہوتا ہے۔ یہ بامقصد اور تعمیری طریقہ سے ہو تو بہت اچھی بات ہے اور اچھے نتائج کا حامل بھی ہوسکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ باوقار ملت کی طرف سے اس کے لئے باوقار طریقے اور وسائل اختیار کئے جائیں اور اس کا لحاظ رکھا جائے کہ ایسے اقدامات، ایسے طریقہ کار اور ایسی چیزیں نہ ہوں جو مقصدیت اور حکمت کے منافی ہوں۔

مسلمانوں کے لئے تو اولین اصول یہ ہے کہ ہر مسئلہ میں ان کی نگاہ اس نکتہ پر مرکوز رہے کہ اللہ رب العزت کی خوشنودی کس بات میں ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے معاملوں میں کیا طریقہ رہا ہے۔ مسلمانوں کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کامل طور پر مشعلِ راہ ہے، اس حیات طیبہ سے ہمیں ہر گام پر رہنمائی اور روشنی مل سکتی ہے، بشرطیکہ ہم غور وفکر کریں۔ سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں مشکل سے مشکل مواقع ملتے ہیں جن میں آپ کا طریقہ یہ تھا کہ حالات ومعاملات کا مدبرانہ طریقہ سے جائزہ لے کر، ممکنہ ذرائع اپناتے تھے اور عملی لحاظ سے جو بھی کرنا ضروری ہوتا تھا وہ کرتے تھے، لیکن ان کے ساتھ ساتھ بھروسہ صرف اللہ کی مدد پر کرتے تھے اور اللہ سے پوری لجاجت کے ساتھ مدد مانگتے تھے، گڑگڑا کر دعا کرتے

www.abulhasanalinadwi.org

تھے، آپؐ نے موقع محل کے اعتبار سے جو ضروری ذرائع تھے اپنائے، ممکنہ وسائل اختیار کئے مگر آپؐ کا اعتماد و توکل اللہ پر رہا، نگاہ اللہ پر رہی، ہم مسلمانوں کو چاہئے کہ ہم اس بنیادی نکتہ سے صرف نظر نہ کریں اور پیش آنے والے ہر مسئلہ میں اس بات کا لحاظ رکھیں کہ اس مسئلہ میں حیات طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، اسوۂ رسول اکرمؐ سے ہمیں کیا روشنی مل رہی ہے اور سیرت صحابہ کرامؓ سے کیا روشنی مل رہی ہے، اور کیا ہماری زندگی اور ہمارے اعمال ایسے ہیں کہ اللہ ہم سے خوش ہوگا اور ہماری مدد کرے گا، اللہ کی مدد حاصل کرنے کے لئے ہم کو اپنی زندگی کو اس کے حکم کے مطابق اور ایسا بنانا ہے کہ وہ ہماری دعا قبول کرے۔

جہاں تک بابری مسجد کا سوال ہے مسلمانوں نے بھی اس مسئلہ میں احتجاج و اظہار غم کے ساتھ دیگر سیاسی تدابیر بھی اختیار کیں، لیکن بعض بعض موقعوں پر جذبات کے اظہار میں مدبرانہ طریقے سے دور چلے گئے اور اس کی بنا پر گتھی مزید الجھی۔ ایسے اختلافی بلکہ کشمکش کے موقعوں کے لئے یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ بعض وقت پر جوش اظہار کے نتیجہ میں مخالف طبقہ میں بھی اس کے بالمقابل جوش پیدا ہو جاتا ہے جو مسئلہ کے حل کو مزید دشوار بنا دیتا ہے اور بعض وقت اس سے نقصان دہ محاذ آرائی کے حالات پیدا ہو جاتے ہیں، بدقسمتی کی بات ہے کہ بابری مسجد کے مسئلہ کے حل کی کوششوں میں اس قسم کی بعض صورتیں پیدا ہوئیں، فریق مخالف میں جوش پیدا ہوا، اس کے اثرات ہمارے جوش کے اثرات سے زیادہ پڑے اور اس سے ہماری مشکلات بڑھیں۔

اب جب کہ مسئلہ عدالت میں زیر سماعت ہے تو اس صورت میں ہمیں اپنے جذبات و احساسات کے اظہار کے لئے بے احتیاطی کے سیاسی انداز کو اختیار کرنے سے بچنا چاہئے۔ دعا اللہ سے مانگنے کی چیز ہے، اور اس کو جتنا دل لگا کر اور سرّی طریقہ سے کیا جائے اس میں تاثیر اور قبولیت کی امید زیادہ ہوتی ہے، علانیہ طور پر اور سیاسی طریقہ سے کرنے میں تاثیر کی توقع کم ہوتی ہے اور دعا کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند بنانا بھی ضروری ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے کرم کی امید

www.abulhasanalinadwi.org

زیادہ ہو۔ کیونکہ معصیتوں کی حالت میں اللہ کی رحمت نہیں آتی۔

اس مرحلہ پر جب کہ بابری مسجد کی شہادت کو دس برس بیت چکے ہیں ہمیں اب تک کے اپنے طریقۂ کار، طرزِ عمل، اور حکمتِ عملی کا جائزہ بھی لینا چاہئے کہ آیا اس میں ترمیم کی ضرورت ہے یا نہیں اور اب کس انداز میں ہم کو اس مسئلہ کے حل کے لئے کوشش کرنا ہے، بہر حال اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ہماری فکر و توجہ صرف اظہار و جوش تک محدود نہ رہے بلکہ حالات میں تغیر کے ساتھ اور وقت کے بدلنے پر جیسی حکمتِ عملی کا تقاضہ ہو ویسی حکمت عملی اختیار کی جائے۔ دوسری طرف اس کے نتیجہ میں فریق مخالف میں ایسا جوش و جذبہ پیدا نہ ہو جائے جو معاملہ پر گہرا اثر مرتب کر دے، صورت حال اور امکانات کو سامنے رکھ کر حکمت عملی اختیار کرنے پر غور کرنا چاہئے اور خاموش کوششوں کو بھی اپنے پروگرام میں رکھنا چاہئے۔

سوال: مسلم پرسنل لا بورڈ کی نگرانی میں بابری مسجد کمیٹی کام کر رہی ہے کیا آپ بتانا پسند فرمائیں گے کہ اس کمیٹی نے مسئلہ کے حل کے سلسلہ میں اب تک کیا پیش رفت کی؟

جواب: بابری مسجد کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے اپنی ناگواری کے اظہار کی میدانی کوششیں کیں بابری مسجد کے قضیہ سے متعلق جو کمیٹیاں کام کر رہی تھیں، مسجد کی شہادت کے بعد انہیں پریشانیاں لاحق ہوئیں، چونکہ یہ مسئلہ امت کا مسئلہ ہے اس لئے بورڈ کو جو کہ مسلمانوں کا مشترکہ پلیٹ فارم ہے لوگوں نے متوجہ کیا کہ اس مسئلہ کو بورڈ کی توجہ اور سرپرستی حاصل رہے، بورڈ نے ایک کمیٹی کی تشکیل کر دی، اس کمیٹی نے اپنے ممبران کے مشورے سے کچھ کام کئے، بورڈ کو بہر حال بابری مسجد کے مسئلہ سے اپنے مخصوص دائرہ میں دلچسپی اور ہمدردی ہے اور بورڈ کمیٹی کے مثبت اور تعمیری کام میں تعاون کرتا ہے، خصوصاً مقدمات کے سلسلے میں بورڈ گرانقدر تعاون کرتا ہے۔

سوال: بابری مسجد کے سلسلہ میں بورڈ کے موقف سے برادران وطن کو واقف کرانے اور ان میں موجود صاف ذہن افراد کی تائید و حمایت اور ملکی رائے عامہ کی ہمواری کے لئے کون سی کوششیں کی گئیں؟

www.abulhasanalinadwi.org

جواب: واقعہ یہ ہے کہ اس میں ہم سب سے کوتاہی ہوئی، کاش کہ ایسا ہوتا کہ مسئلہ کے اٹھتے ہی ایک طرف تو عدالتی سطح پر اور ٹھنڈے انداز سے اسے حل کر لینے کی کوشش کی جاتی، نیز دوسری طرف برادران وطن کو بھی ساتھ لے کر خصوصاً ان میں موجود صاف ذہن رکھنے والے افراد کو ساتھ لے کر اس مسئلہ کے حل کی کوشش ہوتی۔ یہ حسن تدبیر کی بات ہوتی ہے کہ جس مسئلہ کے حل کی کوششوں میں ہمارے لئے برادران وطن کو ساتھ لے کر چلنا ممکن ہو سکے، ہم ان کو ساتھ لے کر چلیں، بعض مسائل کی نوعیت کچھ ایسی ہوتی ہے کہ اگر محض ایک فرقہ کی بنیاد پر انہیں حل کرنے کی کوشش کی جائے تو پیچیدگیاں بڑھ جاتی ہیں اس لئے ایسی صورت میں اپنے موقف کے حق میں برادران وطن کی تائید وحمایت حاصل کرنے اور انہیں اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش ہونی چاہئے، اس کے برخلاف ہر مسئلہ میں احتجاج کی پالیسی اپنانے کے نتیجہ میں صورت حال ابتر ہو جاتی ہے نیز دونوں فریقوں میں جنگ وجدال کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ بابری مسجد کے مسئلہ کے حل کے لئے کی جانے والی کوششوں اور اقدامات کو بھی اس صورت حال سے بچانے کی ضرورت تھی تاکہ مسئلہ مزید پیچیدہ نہ ہو لیکن افسوس کہ کچھ زیادہ گرما گرمی کا ماحول بنا اور اقلیت کی گرما گرمی اور اکثریت کی گرما گرمی ایک دوسرے کے مقابل میں آ گئی، جس کی وجہ سے کامیابی میں پیچیدگی بڑھ گئی۔ بہر حال اب جب کہ مسلمانوں نے کورٹ کے فیصلے کو ماننے کے ارادہ کا اعلان کر دیا ہے اور کورٹ میں مقدمہ جن شہادتوں کے ساتھ چل رہا ہے اس سے ایک امید قائم ہوتی ہے کہ انشاء اللہ فیصلہ ہم مسلمانوں کے حق میں ہوگا۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ اس مسئلہ کے حل کے لئے چیلنج کے انداز اور گرم سیاسی طریقوں کو اپنانے سے گریز کریں اور قانونی وسنجیدہ انداز میں اس مسئلہ کے حل کی کوششوں کو جاری رکھیں۔

سوال: جناب والا کے نزدیک رام جنم بھومی تحریک کے پس پشت اصل مقاصد کیا تھے؟ اور ان

www.abulhasanalinadwi.org

مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے مسلمانوں کی حکمت عملی کیا ہونی چاہئے؟ اس قضیہ کے حل کے لئے فریقین کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب: یہ بات صاف ہے کہ رام جنم بھومی تحریک کے پس پشت مقاصد کی نوعیت مذہبی نہیں بلکہ سیاسی ہے۔ اس سے وابستہ ذمہ دار افراد بھی مذہبی انداز وخصوصیات کے نہیں ہیں، بلکہ سیاسی نوعیت کے لوگ ہیں، ان کا عمومی طریقہ کار عوام میں منفی تاثر اور رد عمل کا جذبہ پیدا کر کے الیکشن میں اکثریتی فرقہ کے زیادہ ووٹوں کا حاصل کرنا محسوس ہوتا ہے، مسلمانوں کی طرف سے اگر اسی طرح کا جوش اختیار کیا جائے گا تو مخالف عنصر کو اسی طریقہ کو جواباً اختیار کر کے اپنی حکمت عملی کو کامیاب بنانے میں مدد ملے گی۔ اب جب کہ بابری مسجد کی شہادت کو دس برس کا عرصہ ہو گیا ہے تو اس مدت میں یہ مسئلہ ''عوامی'' بن گیا ہے اور گویا ایک ایک فرد اس سے وابستہ ہو گیا ہے، اس صورت میں پیچیدگی بڑھ گئی ہے اور صورت حال کچھ ایسی ہو گئی ہے کہ شاید کسی ایک فریق کا حل دوسرے فریق کے لئے قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ مسئلہ کے عوامی بن جانے سے رام جنم بھومی کی بات کرنے والوں کو اپنے اسی جوش اور نعروں اور تحریکی عمل کو چلاتے رہنے اور جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔ اس طرح مسئلہ کو پیچیدگیوں کا سامنا ہے۔ بہتر ہوتا کہ فریقین کے ذمہ داران سنجیدہ اور باوقار انداز میں باہمی مشورے سے دونوں فریقوں کو صحیح نقطہ پر لا سکتے۔

سوال: بابری مسجد سانحہ کے سلسلہ میں ایک ذہنیت ایسی بھی ہے جو اسے جذباتی مسئلہ قرار دیتی ہے اور مسلمانوں کو یہ مشورہ دیتی ہے کہ وہ جذباتی مسائل سے دامن بچاتے ہوئے اپنے تعلیمی واقتصادی مسائل کے حل کی طرف متوجہ ہوں؟

جواب: تعلیمی واقتصادی یا اس نوعیت کے دوسرے مسائل میں دلچسپی لینے کی بات غلط تو نہیں ہے، لیکن مسائل بہر حال مسائل ہیں، چاہے وہ جذباتی نوعیت کے ہوں یا غیر جذباتی۔ مسائل اپنا حل چاہتے ہیں، البتہ جذباتی مسائل کو بھی مدبرانہ طور پر اور سنجیدہ حکمت عملی کے ساتھ حل کرنا چاہئے نہ کہ جذباتیت کی رو میں اس طرح آگے بڑھا

www.abulhasanalinadwi.org

جائے کہ مسئلہ کے حل کے سلسلہ میں پیچیدگی میں اضافہ ہو۔

سوال: حال میں گجرات کے انتخابات کے نتیجہ میں اقلیتی طبقہ میں جو بے دلی پیدا ہوئی اور اکثریتی طبقہ کے لیڈروں کے جس طرح کے بیانات آرہے ہیں اس سے مسلمانوں کو کیا سمجھنا چاہئے؟

جواب: گجرات کے انتخابات کے نتائج کوئی بہت حیرت والے نتائج نہیں ہیں، ان انتخابات کی مہم میں ہندو مذہب کو خطرہ میں بتا کر اور مسلمانوں کے متعلق برا تصور دے کر وقتی اور جذباتی سطح پر ووٹوں کو حاصل کرنے کی کوشش کی گئی، تنہا گودھرا کے واقعہ سے جذباتی احساسات پیدا کر کے اور مسلمانوں کو من حیث القوم مجرم اور ہندو دشمن بتانے کی بھر پور کوشش کی گئی اور ذہنوں میں یہ بات ڈالی گئی کہ اگر بی جے پی نہ آئے گی تو ہندو مذہب خطرہ میں ہے، ایسی صورت میں الیکشن کے اس نتیجہ کے ظاہر ہونے میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

گجرات ہندوستان کا ایک صوبہ ہے، کل ہندوستان نہیں ہے، اور وہاں صوبائی حکومت ہندو فرقہ وارانہ ذہنیت کی تھی اور مرکزی حکومت بھی ان کی ہمدرد رہی ہے، دوسرے صوبوں کو اس صوبہ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ ہندو فرقہ پرست لیڈر بیانات جو بھی دیں، ہندوستان کے باشعور ہندو عوام بہت دنوں تک اور بڑی تعداد میں دھوکہ میں نہیں آئیں گے اور یہ طریقہ کار ہر جگہ اختیار بھی نہیں کیا جاسکے گا اور جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے، گجرات کے ہولناک فسادات ہوں یا وہاں کے انتخابات کے نتائج ان کے مطابق نہ ہوں، تو ان سب باتوں کو وقتی اور محدود واقعات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ مسلمانوں پر ان کی تاریخ میں بڑے بڑے دشوار حالات وحوادث پیش آئے اور ان کو مٹانے اور کمزور کرنے کی سازشیں کی گئیں لیکن ان سے من حیث القوم مسلمانوں کو کوئی طویل نقصان نہیں پہونچا بلکہ ان کی ہمتیں بڑھیں اور حالات کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ بڑھا بلکہ تعداد بھی بڑھی ہے جو لوگ مسلمانوں کا صرف تاریک پہلو دیکھتے ہیں ان کا مسلمانوں کی تاریخ کا مطالعہ بہت ناقص ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کا حوصلہ بلند ہوتا رہا ہے اور وہ مشکلات کے باوجود آگے بڑھے ہیں، اس حقیقت کو غیروں کو بھی سمجھنا چاہئے اور مسلمانوں کو بھی سمجھنا چاہئے اور محدود واقعات سے متاثر ہو کر بد دل نہیں ہونا چاہئے، لیکن اپنے عمل کو درست کرنے اور اپنے خدا کو راضی رکھنے کی کوشش میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے، اس کو راضی کر کے ہی ہم اس کی نصرت کے مستحق ہو سکتے ہیں معصیتوں کی کثرت کی صورت میں اللہ کی طرف سے مسلمانوں کو بھی سزا دی جاتی ہے اپنے کو اس سے بچانے کی ضرورت ہے، ہم اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہیں اور اپنے اللہ سے مدد بھی مانگتے رہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

''پہلی تجویز خود شنکر اچاریہ صاحب نے واپس لے لی اور دوسری تجویز بالکل اس کے برعکس تھی''

بابری مسجد/رام جنم بھومی قضیہ کے حل کے لئے کانچی کے شنکر اچاریہ جیندر سرسوتی نے ایک فارمولہ صدر بورڈ کی خدمت میں پیش کیا تھا، اس فارمولے کو میڈیا نے موضوع بنا کر بورڈ کے خلاف ایک مہم چھیڑ دی اور یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ اس تجویز کو بورڈ نے مسترد کر دیا ہے، جب کہ واقعہ اس کے خلاف تھا کہ شنکر اچاریہ خود اپنی تجویز سے منحرف ہو گئے تھے۔ اس کا مکمل پس منظر جاننے اور اس فارمولے پر بورڈ کی مجلس عاملہ کے فیصلے کے اثرات ومضمرات پر روشنی ڈالنے کے لئے رئیس التحریر تعمیر حیات نے صدر بورڈ سے یہ انٹرویو لیا۔ جو تعمیر حیات ۱۰ر جولائی ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

سوال: تقریباً ایک ماہ سے جناب والا اور شنکر اچاریہ سوامی جیندر سرسوتی جی کے مابین ملاقات اور پھر مراسلت (بالخصوص فارمولہ) کو میڈیا اپنا موضوع بنائے ہوئے ہے۔ ہم جناب والا کی زبانی سننا چاہتے ہیں کہ اس فارمولہ کی تفصیلات اور حقیقت کیا ہے؟

جواب: اس کی ایک تاریخ اور ایک پس منظر ہے کہ جو کانچی پورم مٹھ ہے (جو مدراس سے ۷۲ کلومیٹر پر واقع ہے) وہاں حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ موجودہ شنکر اچاریہ جی کے پیش رو شنکر آچاریہ صاحب سے ملنے کے لئے اپنے تعلق کی بعض با اثر شخصیتوں کے توسط سے بابری مسجد کی بازیافت کی کوشش کے لئے تشریف لے گئے، یہ غالباً ۱۹۹۰ء کے آخر کی بات ہے اس وقت تک بابری مسجد کی عمارت قائم تھی، صرف اس کے اندر بت رکھے گئے تھے اور اس کو مندر کی حیثیت دے کر ہندوؤں کے حوالے کیا گیا تھا، مولانا علی میاں کے پیش نظر اس ملاقات میں افادیت وامید کا یہ پہلو تھا کہ جنوبی ہند کے یہ قابل احترام مذہبی پیشوا اگر مذہبی رواداری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے فرقے کو مسجد کی اصل پوزیشن کو بحال کرانے اور مسلمانوں کو اس پر ان کا حق دلانے کے لئے کوئی صورت نکالتے ہیں اور اس کے لئے کوئی ایسا فارمولہ تجویز کرتے ہیں جس سے مسئلہ کے حل میں مدد ملے اور مسجد کے مسلمانوں سے چھین لئے جانے سے مسلمانوں میں جو رنج وتکلیف اور ان کے اور ہندوؤں کے درمیان جو تناؤ کی فضا بڑھ رہی ہے وہ ختم ہو اور مسجد مسلمانوں کے لئے بحال ہو تو ٹکراؤ اور فرقہ وارانہ کشمکش سے بہتر ہے۔ بہر حال شنکر اچاریہ صاحب سے مولانا کی گفتگو ہوئی اور انہوں نے مسجد کی بحالی کے لئے ایک پیش کش کی جس کے تحت مسجد مسلمانوں کے لئے بحال ہو سکتی تھی اور اس کے عوض میں ہندوؤں کے لئے ایک فاصلہ پر مندر تعمیر کر دیا جاتا، لیکن تحریک بحالی مسجد کے مسلم رہنماؤں نے اس مسئلہ کو حل کرنے میں بات چیت اور رعایت کا طریقہ پسند

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں کیا اوراس کی بنا پر شنکر اچاریہ جی کا فارمولہ غور کے لئے آگے نہیں بڑھ سکا اور کشمکش اور کوشش چلتی رہی اور حالات خراب ہوتے گئے اور پھر ایک عرصہ کے بعد مسجد کی عمارت گرادی گئی۔ گذشتہ سال مذکورہ شنکر اچاریہ صاحب کے جانشین موجودہ شنکر اچاریہ صاحب نے مسئلہ کے حل کے سلسلہ میں مسلم پرسنل لاء بورڈ سے بات کرنا چاہی اور تحریری طور پر ایک فارمولہ کے ساتھ ملاقات کی، اس فارمولہ میں مسجد کی جگہ کے سلسلہ میں تو مسلمانوں کے موقف کے مطابق ہی کورٹ کے فیصلہ کے انتظار کو قبول کیا، کہ اگر عدالت کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ مسجد کے حق میں ہوتا ہے تو مسجد بحال ہوجائے گی البتہ فی الوقت جو زمین ایکوائر کی گئی ہے، اس ایکوائر شدہ زمین کے سلسلہ میں تجویز رکھی کہ اس پر مسلمان مندر تعمیر کرنے کی اجازت دے دیں، بورڈ کی بنیادی پالیسی وہی تمام مسلمانوں والی پالیسی ہے کہ مسجد اللہ کا گھر ہے، اس کی زمین بھی مسجد ہے، وہ بطور مسجد بحال ہونا چاہئے، اس سے متعلقہ علاقہ جہاں قبریں تھیں وہ بھی بحال ہونا چاہئے، اس بنیاد کو قائم رکھتے ہوئے حالات کو معتبر بنانے اور مسئلہ کے حل میں تیزی لانے کی کوئی تجویز ہو تو بورڈ کو اس پر غور کرنے میں اعتراض نہیں۔

لہذا بورڈ نے اپنے مذکورہ بالا موقف پر قائم رہتے ہوئے شنکر اچاریہ صاحب کی تجویز کے سلسلہ میں اپنے کچھ اشکالات پیش کئے اور اس تجویز کی تفصیل طلب کی نیز ان کی تجویز پر عمل درآمد کے سلسلہ میں مجوزہ نظم اور انتظام کے بارے میں بھی وضاحت طلب کی تاکہ پورے معاملہ پر نظر ڈال کر کوئی رائے قائم ہو، شنکر اچاریہ صاحب نے نقشہ اور تفصیلات بھیجنے کا وعدہ کیا تھا لیکن باوجود انتظار کے بورڈ کو ان کی طرف سے تفصیلات موصول نہیں ہوئیں اور اس طرح سے ان کی طرف سے پیش کردہ تجویز بورڈ کی عاملہ کی طرف سے مسترد کردی گئی، ایک سال بعد گذشتہ ماہ کے آغاز پر انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ وہ میری عیادت کو آنا چاہتے ہیں، میرے علم میں ان کے پیش رو کی جانب سے اور پھر ان کی جانب سے کوششیں تھیں، اس لئے اولاً مجھے ان کی آمد پر تردد ہوا لیکن عیادت کے عنوان سے وہ ملاقات کے لئے آگئے جس کی تفصیلات

www.abulhasanalinadwi.org

تعمیر حیات کے گذشتہ شمارے (۲۵ رجون ۲۰۰۳ء میں) آچکی ہے، دوران گفتگو انہوں نے اس قضیہ کے حل کے سلسلہ میں بات شروع کی تو میں نے اپنے کو اس معاملہ میں پڑنے سے بچانے کے لئے ان سے کہا کہ وہ جو کہنا چاہتے ہیں اسے زبانی طور پر نہ بیان کرتے ہوئے تحریری طور پر ارسال کردیں تا کہ اس کو بورڈ کی مجلس عاملہ میں رکھا جاسکے، ہمارے سامنے ذہن میں یہ بات تھی کہ گذشتہ سال جس قسم کی تجویز انہوں نے پیش کی تھی غالباً ویسی ہی تجویز وہ اس موقعہ پر بھی رکھیں گے، چنانچہ اپنے فارمولہ کو تحریری طور پر بھیجنے کی بات کہہ کر وہ چلے گئے پھر فارمولہ پر مشتمل خط بھی ہمیں موصول ہوا اس کے جو مندرجات تھے وہ گذشتہ سال کے پیش کردہ فارمولہ سے ملتے جلتے تھے، لیکن حسب سابق اس میں متعدد باتیں وضاحت طلب تھیں، چنانچہ میں نے ان کا خط دیکھ کر گذشتہ سال کے حوالے سے وضاحتیں طلب کی جس کے جواب میں شنکر اچاریہ صاحب نے جو کچھ لکھا وہ بھی پریس میں آچکا ہے، اس میں انہوں نے لکھا کہ مسلمان بابری مسجد کی زمین کو ہندوؤں کو ہدیہ اور دان (Donate) کردیں اور ساتھ ہی ذہنی طور پر اس کے لئے بھی آمادہ رہیں کہ دیر سویر انہیں کاشی اور متھرا کی متنازع عبادت گاہوں کو بھی ہندوؤں کے حوالے کرنا ہوگا اور اسی کے ساتھ ساتھ اپنے پہلے خط میں تجویز کردہ فارمولہ کو اپس لے لیا کہ سپریم کورٹ نے چونکہ پوری زمین پر پابندی لگا رکھی ہے اس لئے وہ فارمولہ اب قابل عمل نہیں ہے اس طرح دراصل انہوں نے خود اس معاملہ کو ختم کردیا، البتہ انہوں نے جو اپنا مطالبہ کیا وہ متعصب ہندو جماعتوں کے مطالبہ کے مطابق تھا جو کسی طرح بھی قابل غور نہیں ہوسکتا تھا۔

مسجد کی شرعی حیثیت کے سلسلہ میں مسلمانوں کا موقف صاف اور واضح ہے لہذا بابری مسجد کی زمین کو "دان" کردینے کی ان کی تجویز کیسے قابل غور ہوسکتی تھی، ظاہر ہے کہ ان حالات میں وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا اور جس کی تفصیلات پریس میں آچکی ہیں۔

سوال: میڈیا نے ۶ رجولائی ۲۰۰۳ء کی مجلس عاملہ کی میٹنگ میں ہونے والے فیصلہ کے متعلق یہ تاثر دیا کہ شنکر اچاریہ صاحب کے فارمولہ کو بورڈ نے مسترد کردیا ہے، میڈیا کی اس

www.abulhasanalinadwi.org

روش سے ایک غلط اور منفی تاثر قائم ہوتا ہے اس پر جناب والا کا ردعمل؟

جواب: پہلے والی تجویز تو خود شنکر اچاریہ صاحب نے واپس لے لی اور دوسری تجویز بالکل اس کے برعکس تھی لہذا بورڈ نے اسے واپس کر دیا۔

سوال: بدقسمتی سے کچھ ایسی بدگمانیاں پیدا کی جارہی ہیں کہ بورڈ کی صفوں میں چند ایسے لوگ ہیں جو بابری مسجد/ رام جنم بھومی قضیہ کے سلسلہ میں بورڈ کے واضح موقف اور اصول سے پورے طور پر متفق نہیں یا یہ کہ دانستہ یا نادانستہ طور پر وہ ملت کے مفاد کے خلاف استعمال ہو رہے ہیں، صدر بورڈ کی حیثیت سے اس پر آپ کا تاثر اور ردعمل؟

جواب: حقیقت میں بات ایسی نہیں ہے، بورڈ میں ایسے لوگ نہیں ہیں جو بورڈ کے اصولوں کے برعکس کام کرتے یا نقطۂ نظر رکھتے ہوں، البتہ ہلکے پھلکے طور پر فرق اور اختلاف ہر جماعت میں ہوسکتا ہے، بورڈ کے بعض لوگوں میں یہ خیال کچھ زیادہ بڑھا ہوا ہے کہ اس قضیہ کے سلسلہ میں باوقار طریقہ سے مذاکرات اور مفاہمت کے ذریعہ حل نکالنے کی کوشش کی طرف زیادہ توجہ کرنا چاہئے۔

سوال: فسطائیت پسند ہندو تنظیمیں مندر مسجد قضیہ کو لے کر ایک بار پھر اشتعال انگیز اور جارحانہ بیانات دے رہی ہیں۔

جواب: نظم وانتظام کا تقاضہ ہے کہ حکومت اپنا فرض نبھائے اور ایسے بیانات کے سلسلہ کو جس سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو خطرہ لاحق ہوتا ہو اور باہمی نفرت کے جذبات ابھرتے ہوں، اسے روکنے کی تدابیر کرے، نفرت کی زبان کا استعمال اور اشتعال انگیزی ہر مہذب وامن پسند ہندوستانی شہری کے نزدیک نامناسب ہی کہلائے گی، البتہ اس طرح کے گرم بیانات کی وجہ سے اس مسئلہ کے سلسلہ میں مسلمانوں کی طرف سے اپنائے گئے موقف میں تبدیلی نہیں ہوگی، مسئلہ کورٹ میں ہے اور کورٹ کا فیصلہ ان کو بھی ماننا ہوگا۔

سوال: ملت کے ایک حلقہ کی رائے یہ ہے کہ اس قضیہ کے حل کے لئے نرم رویہ اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ اس جذباتی Issue کے ذریعہ نفرت کی سیاست کا کھیل کھیلنے والوں کو ناکام بنایا جاسکتا ہے اس منطق پر آپ کا تاثر؟

www.abulhasanalinadwi.org

جواب: اس میں ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ملت کے وقار اور اس کے باعزت مقام کو نقصان پہونچائے بغیر پرامن تدابیر سے مسئلہ کا حل نکل سکتا ہو تو اس راستہ کو اختیار کیا جاسکتا ہے البتہ رویہ جو بھی ہو اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ مسجد کے تقدس اور اس کی ناقابل تغیر شرعی حیثیت کو قائم رکھتے ہوئے عمل ہونا چاہئے، نیز مقابر کی حفاظت کو بھی نظر میں رکھنا ہوگا۔

سوال: شنکراچاریہ صاحب اور بورڈ کے مابین قضیہ کے حل کے سلسلہ میں کی جانے والی حالیہ کوشش کے تقریباً لاحاصل ثابت ہونے پر آپ کا تاثر؟

جواب: اس کو لاحاصل نہیں کہنا چاہئے اس سے مسئلہ کے حل کی راہ میں کچھ نہ کچھ پیش رفت ہوئی ہے، مثلاً یہی بات کہ لوگوں نے دیکھا کہ مسلمان کھلے دل کے ساتھ مسئلہ کو حل کرنا چاہتے ہیں، جب کہ فریق مخالف کے رویہ میں ضد وہٹ دھرمی اور قانون کی پاسداری سے گریز کا عنصر شامل ہے تو اس واقعہ سے ملت کے رویہ سے متعلق دنیا میں ایک اچھا Massage گیا ہے اور ایک اچھا تاثر قائم ہوا ہے۔

سوال: اس موقعہ پر آپ ملت سے کیا کہنا چاہیں گے اور اسے کون سا لائحہ عمل دینا چاہیں گے؟

جواب: ملت کے لئے لائحہ عمل یہ ہے کہ وہ اپنے اس ملک میں جمہوریت اور سیکولرزم پر مبنی دستور کے حوالہ سے اپنے وطنی حقوق کے حصول کے لئے ممکنہ تدابیر کے ذریعہ کوشش کرے، طرز عمل، عزیمت و سمجھ داری اور حکمت کا ہو، ایسی ڈپلومیسی اختیار کرے جس میں ملت کے مذہبی و وطنی حقوق کے حصول کا سامان بھی ہو اور ملت کی آبرو اور اس کے وقار پر آنچ نہ آنے پائے۔ ایسے موقعہ پر جہاں جوش کا اظہار ضروری اور ناگزیر ہو، وہاں جوش کا اظہار کیا جائے، لیکن وہ دانشمندانہ طریقہ سے اور ضروری ہوش کے ساتھ ہو اور بہتر نتیجہ عموماً اسی سے نکلتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

''اسلام قانون الٰہی ہے اور اس میں کسی کو ترمیم و تنسیخ کا حق نہیں ہے''

وقتاً فوقتاً حکومتی حلقوں سے یکساں سول کوڈ کے نفاذ کا مسئلہ اٹھایا جاتا ہے، چند ماہ قبل سپریم کورٹ نے ایک فیصلے کے ضمن میں یکساں سول کوڈ کی جانب حکومت کی توجہ مبذول کرائی تھی یہ مسئلہ کس حد تک باعث تشویش ہے؟ اس کے لئے مسلمانوں کو کیا حکمت عملی اختیار کرنی چاہئے؟ اور اس سلسلے میں بورڈ کا کیا موقف ہے؟ یہ جاننے کے لئے رئیس التحریر ''تعمیر حیات'' نے انٹرویو لیا، جو تعمیر حیات ۲۵/اگست ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

سوال: یکساں سول کوڈ کے سلسلہ میں سپریم کورٹ نے ایک بار پھر حکومت کو متوجہ کیا ہے اس پر آپ کا ردعمل؟

جواب: سپریم کورٹ کے ایک مقدمہ کے فیصلہ میں متعلقہ ججوں میں سے صرف ایک جج نے اظہار رائے کیا ہے اور مشورہ دیا ہے کہ حکومت کامن سول کوڈ کے لئے کچھ کرے جس کا مطلب یہ ہے کہ پارلیمنٹ میں اس کے سلسلہ میں بل لاکر قانون بنوایا جائے، سپریم کورٹ ایسے معاملہ میں جس میں دستور میں قانون نہ بنایا گیا ہو، صرف اتنا ہی کرسکتی ہے جس کی حیثیت قانونی نہیں ہے صرف ایک مشورہ ہے، اب حکومت اگر اس ضمنی مشورہ کو مانے تو اس کو پارلیمنٹ میں بل لانے کی کوشش کرنا ہوگا وہ بل پارلیمنٹ کے ارکان کی اکثریت قبول کرے گی، تب وہ پاس ہوگا۔ یہ ایک طویل کام ہے اور اس میں جگہ جگہ دشواری کا اندازہ ہے اس کی وجہ سے یہ عمل بظاہر مشکل ہے۔ حکومت کو یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ پارلیمنٹ جس میں ہر مذہب کے نمائندے ہیں اور خود ہندو مذہب کے مختلف دھڑوں کے مذہبی رسوم ورواج الگ الگ ہیں، وہ سب کیسے اپنے مذہبی رسوم ورواج کے فرق کو ختم کرنے پر راضی ہوں گے اور بل کی تائید کریں گے۔؟

مسئلہ دراصل صرف مسلمانوں کا نہیں ہے یہ مختلف مذاہب کے لئے بھی مسئلہ ہے جس پر ہندوستان جیسے مختلف مذاہب کے پیروکاروں اور ہندو مذاہب کے مختلف دھڑوں کا راضی ہونا بہت ہی مشکل ہے چنانچہ حکومت نے اعلان بھی کردیا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں بل نہیں لائے گی لہذا مسلمانوں کو اس سلسلہ میں فی الحال زیادہ کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسلمانوں کو ہر مسئلہ کو اپنا مسئلہ سمجھ کر احتجاج اور اشتعال کا راستہ نہیں اختیار کرنا چاہئے بلکہ حکمت عملی سے دیکھنا چاہئے جس میں دوسرے فرقوں کے مسائل بھی

www.abulhasanalinadwi.org

ہوں، ان میں مخالفت کی ذمہ داری تنہا مسلمانوں کو نہیں لینا چاہئے۔

اس کے علاوہ قوانین کے سلسلہ میں اس فرق کو بھی جاننا چاہئے کہ ایک ہے شہری زندگی، اور دوسری ہے مذہبی و شخصی زندگی۔ شہری زندگی کے لئے جو ضابطے اور قوانین بنائے جاتے ہیں، وہ سب کے لئے مشترک اور عمل کے لائق ہوتے ہیں، ان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان امتیاز و فرق کا معاملہ نہیں ہوتا۔ اس طرح کے شہری اصول و قوانین دوسرے تمام ملکوں کی طرح ہندوستان میں بھی ہیں جن کی رو سے آپس کی شہری زندگی میں آسانی رہتی ہے اور مشترک معاملات میں ٹکراؤ نہیں پیدا ہوتا۔

البتہ مذہبی معاملات اور انسان کے اپنے ذاتی امور میں جو فرق و اختلاف ہوتا ہے سیکولر ملک میں اس کو نظر انداز کر کے قانون مشترکہ انداز میں نہیں بنایا جاسکتا ہے اور مختلف مذاہب کے ماننے والے اس کو کیسے قبول کر سکتے ہیں، سب کے اپنے اپنے عقائد ہیں، اصول و رواج ہیں، مذاہب ہیں اور پھر ان سب کے اپنے اپنے قوانین، اصول اور ضابطے ہیں جن پر عمل درآمد کے وہ پابند ہیں، اس لئے یہ بات صاف اور واضح ہے کہ مذہبی امور و معاملات، مذہبی رسومات میں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو کسی ایک بات کے ماننے اور تسلیم کرنے پر مجبور کرنا ایک نا قابل عمل بات ہے اور کوئی اس کے لئے تیار بھی نہیں ہوگا، کیونکہ اس طرح اپنے مذہب کو چھوڑنا اور اس کے خلاف بات کو ماننا ہوگا جو نا قابل عمل ہے۔

ہمارا ملک ایک ایسا ملک ہے جس میں مختلف مذاہب کے ماننے والے ہیں جن کا اپنا اپنا شخصی اور مذہبی قانون ہے، صرف ہندو قوم کو لے لیجئے یہ ایک مرکب قوم ہے اور ان کے رسومات وغیرہ میں بھی آپس میں بہت فرق پایا جاتا ہے اس لئے خود ہندو قوم بھی کسی ایک مشترکہ قانون پر عمل درآمد کے لئے آمادہ نہیں ہوگی۔

اس مسئلہ کی طوالت اور اس کے نا قابل عمل ہونے کو عموماً سب اہل دانش سمجھتے ہیں، لیکن اس کے باوجود وقتاً فوقتاً اس سلسلہ میں کچھ کہہ دیا جاتا ہے پھر میڈیا ایسا زور باندھتا ہے کہ گویا یہ بھی ایک انتظامی مسئلہ ہے جس کو حکومت فوراً آرڈر دے کر

www.abulhasanalinadwi.org

کرا سکتی ہے یہ مسئلہ کو نہ سمجھنے کی بات ہے اور اس میں مسلمانوں کو خاص طور پر مخاطب کیا جاتا ہے اور یہ غالباً قصداً ایک دوسرے مقصد سے کیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس کو نعرہ کے طور پر استعمال کر کے عام مسلمانوں کو الجھن میں ڈالا جائے اور ان کے خلاف رائے عامہ بنائی جائے تا کہ الیکشن میں فائدہ اٹھایا جا سکے۔ مسلمانوں کو بھی یہ سمجھنا چاہئے اور اس پر مشتعل اور پریشان نہ ہونا چاہئے کیونکہ عملی طور پر یہ جلد کی جانے والی بات نہیں ہے۔

سوال: اس مسئلہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ کا موقف کیا ہے؟

جواب: موقف بالکل صاف اور واضح ہے اور یہ بات بھی صاف کر دینے کی ہے کہ جب ہم اپنے موقف کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ ہمارا کسی دوسرے مذہب سے کوئی ٹکراؤ ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ اسلام نے ہمارے لئے جو اصول وضابطے اور طریقے مقرر کر دیئے ہیں، ان پر عمل درآمد کے لئے ہم پابند ہیں، یہ قانون الٰہی ہے اور قانون الٰہی میں ترمیم وتنسیخ کا حق کسی کو بھی حاصل نہیں۔

جہاں تک دستور ہند کی بات ہے تو وہ بھی اس کا حق دیتا ہے اور اس سے اس موقف کی تائید ہوتی ہے، رہی بات دفعہ ۴۴ کی، تو لوگ یہ بات کیوں بھول جاتے ہیں کہ اگر یہ قابل عمل ہوتی تو دستور ساز خود اسے نافذ کر دیتے۔ لیکن اس کے باوجود اس میں اگر تبدیلی کے ارادہ کو قانونی طور پر آگے بڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے تو ہم یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ دستور اور قانون کے سیکولرزم کے اصولوں کی بنیاد پر اقلیتوں کو جو آزادی دی گئی ہے اس کو ختم کرنے کی یہ کوشش ہے جو ہمارے اقلیت میں ہونے کی وجہ سے ہمارے معاملہ میں کی جارہی ہے۔ ملک میں ہمارے ہم وطنوں کی ایک بڑی تعداد بھی ایسی ہے جو ایسی کسی کوشش کو ملک کے رواج ودستور کے خلاف سمجھتی ہے اور امید ہے کہ وہ اس کام کو روکنے میں اقلیتوں کا ساتھ دے گی۔

اس وقت یہ مسئلہ اصلاً پریس نے بڑھایا ہے ورنہ اگر واقعی ارادہ وکوشش کا موقع آیا تو مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ فرض ہوگا کہ وہ اس بات کو بھرپور کوشش کرے کہ ہمارے

www.abulhasanalinadwi.org

شخصی وعائلی قوانین اور مسلم پرسنل لاء میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کی جاسکے اور اس مقصد کے لئے جو بھی دستوری، جمہوری اور قانونی طریقے ہو سکتے ہیں، ان کو اختیار کیا جائے۔

سوال: شنکر اچاریہ صاحب سے آپ کی ملاقات اور اس کو لے کر میڈیا میں گزشتہ دنوں ایک بحث چل رہی جو الحمد اللہ اب تقریباً ختم ہو چکی ہے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ کچھ رسائل اس موضوع پر اب بھی خامہ فرسائی کر رہے ہیں اور یہ تاثر دے رہے ہیں کہ اس قضیہ کے سلسلہ میں خود جناب والا کا رویہ نسبتاً کمزور اور تبدیلی کا تھا جس سے خواہ مخواہ غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں، کیا آپ اس سلسلہ میں کچھ وضاحت کرنا پسند فرمائیں گے؟

جواب: بعض صحافتی ذرائع نے شنکر اچاریہ اور میری ملاقات سے ایسے معنی نکالنے کی کوشش ضرور کی تھی جس سے مسجد کے سلسلہ میں میرے متعلق ان کے قارئین کو غیر اسلامی رویہ اختیار کرنے کا شبہ پیدا ہوا تھا جو خبروں کو صحیح پیش نہ کرنے کی وجہ سے تھا کیونکہ میں نے بار بار صحافتی ذرائع کو اور اپنے رفقاء بورڈ کو یہ بتایا کہ شنکر اچاریہ سے اجودھیا و بابری مسجد کے سلسلہ میں میری کچھ بھی بات نہیں ہوئی۔ انھوں نے بات کرنا چاہا تھا اس پر میں نے اپنی طرف سے کچھ کہنے سے معذرت کر دی اور ان کو اپنی بات لکھ کر بھیجنے کو کہا تا کہ بورڈ کی عاملہ تک اس کو پہونچا دیا جائے اور میں نے کہا کہ میں اس کے سلسلہ میں کوئی رائے نہیں دیتا اور سنجیدہ پریس میں میری یہ وضاحت صحیح طور پر شائع بھی ہوئی، ٹائمز آف انڈیا اور پی۔ ٹی۔ آئی نے یہ وضاحت شائع کی۔ بورڈ چونکہ انہی شنکر اچاریہ سے گزشتہ سال گفتگو کر چکا تھا جس میں ان کی تحریری تجویز پر غور کیا گیا تھا جس میں مسجد کے سلسلہ میں مسلمانوں کے موقف کی تائید کی گئی تھی کہ اس کا فیصلہ کورٹ پر چھوڑا جائے۔ بورڈ نے کچھ وضاحتیں طلب کی تھیں جن کے نہ آنے پر بات چیت ختم کر دی گئی تھی، اس لئے میرا خیال تھا کہ وہ جو تجویز اس بار بھی پیش کریں گے وہ سابقہ کی طرح ہوگی جس میں مسجد کے مسئلے کو کورٹ پر چھوڑنے کی بات ہوگی جو کہ میں بورڈ کو دے دوں گا، وہ اس پر غور کرے یا مسترد کر دے اس کو اختیار ہوگا۔ شنکر اچاریہ اپنی قوم کے بڑے آدمی تھے، میری عیادت کو آئے تھے، میں ان کے ساتھ یہی

www.abulhasanalinadwi.org

کرسکتا تھا ان سے اس ملاقات سے پہلے اور اس کے بعد بھی حکومت کے کسی فرد سے یا کسی ہندو تنظیم کے کسی شخص سے بابری مسجد کے سلسلہ میں میری نہ کوئی بات ہوئی اور نہ کوئی ملاقات۔ میں نے اس زمانہ میں میڈیا کو بھی جو بیان دیئے ان میں بابری مسجد کے متعلق سوال پر اپنی یہی رائے ظاہر کی کہ مسجد کو نہ دیا جاسکتا ہے، نہ چھوڑا جاسکتا ہے، افسوس ہے کہ اس کے بعد بھی بعض صحافتی ذرائع نے میرے متعلق بدگمانی کا رنگ دینے یا خبر بنانے کا کام کیا اور افسوس زیادہ اس بات کا ہے کہ بعض ذمہ دار مسلم صحافیوں نے بھی تحقیق کا طریقہ اختیار کئے بغیر اس بدگمانی ہی کو ترجیح دی اور اس بدگمانی کو خبر کی شکل دی۔

☆☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

''طلاق کوئی مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ علٰحدگی کا شرعی طریقہ ہے''

ایک مفقود الخبر فوجی عارف کی گھر واپسی کے بعد اسلام کے نظام طلاق کو میڈیا نے ایک بار پھر موضوع بحث بنایا، اس پس منظر میں ہندی روز نامہ ''ہندوستان'' لکھنؤ کے نامہ نگار جناب غفران نسیم صاحب نے مولانا دامت برکاتہم سے یہ انٹرویو لیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

سوال: مولانا صاحب! بار بار طلاق کا مسئلہ کیوں اٹھتا ہے؟

جواب: طلاق کوئی مسئلہ نہیں ہے، یہ تو علیحدگی کا ایک طریقہ ہے، ہر مذہب و معاشرہ میں کسی نہ کسی شکل میں میاں بیوی میں الگ ہونے کا طریقہ ہے، اسلام نے بھی طلاق کے ذریعہ میاں بیوی کو الگ ہونے کی تعلیم دی ہے۔ جس طرح نکاح سے دو اجنبی مرد عورت کے بیچ میاں بیوی کا رشتہ قائم ہوتا ہے، اسی طرح طلاق سے یہ رشتہ ختم ہوتا ہے۔ یہ الگ ہونے کا شرعی طریقہ ہے، جتنا طلاق کے مسئلہ کو موضوع بحث بنایا جاتا ہے اتنا اہم ہے نہیں، آپ اپنے آس پاس اور ملنے والوں میں دیکھیں گے کہ کتنے گھروں میں طلاق کی نوبت آتی ہے؟

سوال: کیا بورڈ تین طلاق کے طریقہ کو ختم کرنے جارہا ہے یا اس میں کوئی اور تبدیلی کا خواہاں ہے؟

جواب: تین طلاق کا مسئلہ قرآن سے ثابت ہے، بورڈ اس میں کوئی تبدیلی نہیں کرسکتا اور نہ اس میں کسی تبدیلی کی ضرورت ہے، پھر بورڈ کا مقصد تو شریعت کی حفاظت ہے، اگر کہیں کسی بھول چوک سے شریعت کی تعلیم کے خلاف بات ہورہی ہے تو اسے شریعت کے مطابق کرنا ہے، اور اس غلطی کی اصلاح کرنا اور شریعت کی حفاظت کرنا ہے، تو پھر بورڈ خود شریعت میں تبدیلی کیوں کرنے لگا۔

سوال: طلاق کو عورت پر ظلم تصور کیا جاتا ہے، ایسا کیوں؟

جواب: دیکھئے! یہ ایک سماجی برائی ہے، مذہبی نہیں، جیسے کچھ لوگ ملک کا قانون نہیں مانتے، ویسے ہی کچھ لوگ مذہب کے سلسلہ میں بھی قانون شکنی کرتے ہیں، اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ قانون ہی غلط ہے، بلکہ اسلام تو طلاق کے معاملے میں عورتوں کی حفاظت کا ضامن ہے۔

سوال: اس سماجی برائی کو کیسے دور کیا جائے؟

www.abulhasanalinadwi.org

جواب: اسلام نے شادی کو نہایت آسان طریقہ سے کرنے کی تعلیم دی ہے، آج اس تعلیم پر پوری طرح عمل نہیں ہو رہا ہے، اسلام نے شادی کی ذمہ داری لڑکے پر عائد کی ہے اور شادی کے اخراجات اور دعوت (ولیمہ) بھی اسی کے ذمہ ہے، لیکن آج کل یہ تمام بوجھ لڑکی والوں پر لاد دیا گیا ہے، شادیوں پر لاکھوں روپئے خرچ ہو رہے ہیں جسے لڑکی والے برداشت کرتے ہیں، اگر یہ سارے اخراجات لڑکے کی طرف سے ہونے لگیں تو پھر جہیز اور طلاق کی برائی خود بخود ختم ہو جائے گی اور طلاق کی شرح گھٹ جائے گی۔

سوال: طلاق کون دیتا ہے اور کیوں؟

جواب: اسلام نے مرد اور عورت کی ذمہ داریاں تقسیم کر دی ہیں، عورت چونکہ نازک اور حساس ہوتی ہے، اس لئے اسے گھریلو ذمہ داری دی گئی ہے، مرد عورت کے مقابلہ میں زیادہ طاقتور اور قوت فیصلہ کا حامل ہوتا ہے اس لئے اسے روزی کمانے اور بیوی بچوں کی کفالت کی ذمہ داری سونپی گئی، اسلام میں پیدائش اور شادی سے لے کر موت تک کے اخراجات کی ذمہ داری مرد پر ہے، چونکہ مرد عورتوں کے مقابلے میں زیادہ سوچ سمجھ کر فیصلہ کرتا ہے اس لئے طلاق دینے کا اختیار بھی مرد کو دیا گیا ہے۔

سوال: کیا عورت کو طلاق لینے کا حق ہے؟

جواب: ہاں عورت کو بھی طلاق لینے کا حق ہے، لیکن اسے طلاق لینے کے لئے قاضی سے رجوع ہونا پڑے گا، چونکہ عورت زیادہ جذباتی اور حساس واقع ہوئی ہے، اس لئے اسے سیدھے طور پر طلاق سے روکا گیا ہے، اس کے لئے سبھی بڑے شہروں میں قاضی موجود ہیں، جہاں پر قاضی نہیں وہاں پر قضاء کے اس مذہبی اور معاشرتی منصب کے لئے افراد تیار کئے جا رہے ہیں۔

سوال: ان معاشرتی برائیوں کے انسداد کے لئے بورڈ کیا اقدام کر رہا ہے؟

جواب: بورڈ کے لائحہ عمل میں اصلاح معاشرہ نہایت اہم موضوع ہے، بورڈ کی اصلاح معاشرہ مہم کا دائرہ ابھی تک مسلمانوں تک ہی محدود تھا، لیکن چونکہ سماجی برائیوں میں سماج کے

www.abulhasanalinadwi.org

دیگر طبقات بھی آتے ہیں، اس لئے بورڈ اب دیگر مذاہب اور طبقات کو مدنظر رکھتے ہوئے اصلاح معاشرہ کے پروگرام شروع کرنے جارہا ہے، اس کے تحت لوگوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق جہیز کی لعنت سے بچنے اور شادی کو سادہ انداز میں کرنے کی تلقین کی جائے گی، تاکہ غریب طبقہ کے لڑکے لڑکیوں کی شادی آسانی سے ہوسکے، اور شادی کے بعد کی برائیاں دور ہوں، جب شادی پر لڑکے کے روپئے خرچ ہوں گے تو پھر وہ آسانی سے لڑکی کو طلاق دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

سوال: کہا جارہا ہے کہ طلاق کی شرح بڑھ رہی ہے؟

جواب: نہیں! ایسا نہیں ہے، میڈیا ایسی خبروں کو اچھالتا ہے، تعلیم کے فروغ کے ساتھ ساتھ طلاق کا گراف نیچے گرتا ہے، اس کے برخلاف اپنے آپ کو ترقی یافتہ کہنے والے یورپ اور امریکہ کا جائزہ لیں، وہاں آزادی کے نام پر شادیوں سے زیادہ طلاق ہورہی ہے، اور اگر اپنے شہر اور ملک کو دیکھیں تو شاید اکا دکا واقعات ہی طلاق کے ملیں گے۔

سوال: نکاح نامہ کیوں ضروری ہے؟

جواب: نکاح نامہ کی یوں تو فی نفسہ کوئی ضرورت نہیں ہے، ایک وکیل اور دو گواہوں کی موجودگی میں ایک اجنبی لڑکے کا نکاح ایک اجنبی لڑکی سے منعقد ہوجاتا ہے، اور نکاح کے بعد وہ میاں بیوی کی حیثیت سے ایک پاک رشتہ میں بندھ جاتے ہیں، لیکن ادھر کئی موقعوں پر دستاویزی شکل میں نکاح کے ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے جس پر نکاح کی تفصیلات، گواہوں کے نام اور تاریخ وغیرہ موجود ہوں، اسے ہی نکاح نامہ کہتے ہیں، نکاح نامے ملک کے گاؤں گاؤں میں وہاں کے مقامی قاضیوں اور علماء کے پاس موجود ہیں، بورڈ بھی ایک عام اور ضروری ہدایات والے نکاح نامے پر کام کررہا ہے جسے جلد ہی عوام کے سامنے پیش کردیا جائے گا۔

سوال: دارالقضاء کیا ہیں اور کیوں ضروری ہیں؟

جواب: دارالقضاء پنچایت کی طرح مسلمانوں کے آپسی معاملات طے کرنے والا ایک ادارہ ہے، اسکا دائرہ کار نکاح، مہر، وراثت، وقف جیسے نجی معاملات کی یکسوئی ہے، ملک کی

www.abulhasanalinadwi.org

دیوانی عدالتوں میں بھی ''مسلم لا'' کے تحت ان معاملات کو طے کیا جاتا ہے، لہذا اس سے ملک کی دیوانی عدالتوں سے کام کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے، پیسے کی بچت بھی ہوتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

''مسلمانان ہند کا سب سے بڑا مسئلہ اسلامی تشخص کے عملی تحفظ کا ہے''

۲۰۰۴ء میں ملک کے سیاسی منظر نامے کی تبدیلی (حکومت بی۔جے۔پی کی عام انتخابات میں ناکامی) کے بعد ملت کو درپیش مختلف مسائل کا از سر نو جائزہ لینے اور انہیں حل کے لئے مولانا دامت برکاتہم کی آرا جاننے کے لئے ایڈیٹر سہ روزہ ''دعوت'' دہلی محترم جناب پرواز رحمانی صاحب نے یہ انٹرویو لیا جو دعوت میں شائع ہوا اس کے علاوہ ملک کے اردو اخبارات ورسائل نے بھی اس کو نقل کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

سوال: مولانا علی میاں علیہ الرحمہ کی رحلت کے بعد آپ پر ندوۃ العلماء جیسی عظیم علم گاہ کی نظامت کی ذمہ داری آگئی تھی اور اس طرح آپ عملاً مولانا مرحوم کے جانشین قرار پائے تھے، اس کے بعد آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی صدارت کی نازک ذمہ داری بھی آپ کو قبول کرنی پڑی۔ ان دونوں ذمہ داریوں کو ادا کرتے ہوئے آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟

جواب: میں اپنے کو ان اہم اور موقر ذمہ داریوں کے لائق نہیں سمجھتا تھا، اور اب بھی اپنے کو کمزور محسوس کرتا ہوں، اور جو کام بھی مجھ سے انجام پا جاتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھتا ہوں، اور چونکہ مذکورہ دونوں منصب مجھ کو بغیر طلب کے ملے، خاص طور پر بورڈ کی صدارت کہ میں نے اس سے واضح طریقہ سے معذرت کر دی تھی، لیکن پھر بھی مجھ پر ذمہ داری ڈالی گئی، اللہ تعالیٰ کو شاید یہی منظور تھا، اور اللہ تعالیٰ کو جب کوئی بات منظور ہوتی ہے تو اس کی طرف سے اس کے سلسلہ میں عموماً مدد کا بھی معاملہ ہوتا ہے، شاید اسی لئے ندوۃ العلماء اور بورڈ دونوں کے کام میں مجھ کو اللہ تعالیٰ کی مدد کا احساس ہوتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ اپنے اس فضل کی قدر کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

سوال: ویسے تو آپ کے علمی اور ملی تجربات پہلے ہی سے کافی ہیں مگر گزشتہ چند برسوں میں ندوۃ العلماء اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے سربراہ کی حیثیت سے آپ کو کچھ نئے تجربات بھی ہوئے ہوں گے، ان تجربات کی روشنی میں آپ ملت اسلامیہ ہند کو علمی، فکری، اخلاقی اور عملی لحاظ سے کس مقام پر پاتے ہیں،

جواب: ملت کے طرز و مزاج کے تعلق سے میرے تجربہ میں ایک بات آئی ہے کہ ملت کے بعض بعض دانشور اپنی اپنی رائے کو اس طرح پر بہتر رائے سمجھنے لگتے ہیں کہ اس میں تعصب

www.abulhasanalinadwi.org

اور عدم تعاون کا رنگ آجاتا ہے جس کی وجہ سے مشترکہ رائے بنانے میں دشواری ہونے لگتی ہے، اور بعض بعض وقت اس کے نتیجہ میں انتشار وتفرقہ کے حالات پیدا ہونے لگتے ہیں جو کہ کسی بھی شورائی نظام یا اجتماعی وحدت کو پراگندہ کرنے کا ذریعہ بن سکتے ہیں، ضرورت ہے کہ جب کوئی جمہوری وشورائی نظام ہو تو باہمی رواداری اور ایک دوسرے کی رائے کو اپنی رائے کی طرح قابل لحاظ سمجھنے کا طرز اختیار کیا جائے، خاص طور پر ایسی ملت کے معاملہ میں جو غیروں کی اکثریت کے دباؤ میں رہتی ہو، اور اس کو اپنے ملی تحفظ کے لئے بڑی حکمت ودانائی کی ضرورت ہو، لہذا ایسی ملت کے کارگزاروں کو اپنے ملی اور قومی معاملات میں حتی الوسع کم از کم ظاہری وحدت کے ساتھ اور بلند اور مشترکہ مصلحت کے لئے اپنی محدود اور شخصی مصلحتوں سے بلند ہو کر ملت کے اور جماعت کے مشترکہ مقصد کے لئے متحدہ فکر وعمل کا ثبوت دینا چاہئے، اور تاریخ سے ہم کو یہ سبق ملتا ہے کہ ملت کے دانشوروں نے جب بھی ایسا کیا تو انہوں نے نہ صرف یہ کہ غیروں سے اپنی بات منوائی، بلکہ اپنا ملی حق عزت وسرخروئی کے ساتھ حاصل کیا، ملت کے مفاد میں جو کوششیں ماضی قریب میں کی جاتی رہی ہیں ان کے نتائج کو دیکھنے پر موجودہ مسائل کے حل کے سلسلہ میں بعض وقت فکر وتردد کی کیفیت محسوس ہونے لگتی ہے، لیکن بعض دیگر مسائل میں کامیابی دیکھ کر موجودہ مسائل کے سلسلہ میں اچھی توقعات کی روشنی بھی ملتی ہے۔

سوال: تیس سال قبل مسلم پرسنل لا بورڈ کا قیام ہندوستان کے مخصوص حالات میں قوانین شریعت کے تحفظ کے لئے عمل میں آیا تھا۔ آپ کے خیال میں اب تک یہ مقصد کس حد تک پورا ہو سکا؟

جواب: بورڈ کی گاڑی الحمدللہ پرانی پٹری پر ہی چل رہی ہے، ماضی میں بعض کامیابیاں ہمت بڑھانے والی ہوئی تھیں، ان سے بورڈ کا وقار بڑھا تھا اور تقویت ملی، اب موجودہ وقت میں ہو سکتا ہے کہ رفتار میں سستی محسوس کی جارہی ہو لیکن بہر حال یہ وفاق ملت کے متنوع گروپوں پر مشتمل ایک وفاق ہے، یہ کچھ ڈھیلا ڈھالا تو محسوس کیا جاسکتا ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن یہ وفاق الحمد للہ قائم ہے، اور ضروری حد تک اپنی ذمہ داریاں نباہ رہا ہے، ممکن ہے کہ اس کی کارکردگی کی پوری تصویر عامۃ الناس کے سامنے نہ آرہی ہو لیکن بہر حال کام ہو رہا ہے۔

سوال: مسلم پرسنل لاء بورڈ کے قیام کی اصل اور بنیادی غرض تحفظ شریعت تھی مگر بعد میں اس کے دائرے میں بابری مسجد اور دیگر امور کو بھی شامل کر لیا گیا۔ آپ کی رائے میں ایسا کیا جانا کہاں تک درست تھا؟

جواب: میرے نزدیک مسلم پرسنل لاء بورڈ کو حتی الوسع اپنے بنیادی دائرے یعنی تحفظ شریعت کے دائرے میں رہنا چاہئے، البتہ خاص حالات میں اگر کچھ ضمنی امور جن کے لئے بورڈ کی سطح کی مشترکہ قیادت ضروری محسوس کی جاتی ہو تو ان کو وقتی طور پر بورڈ لے سکتا ہے، لیکن ان کو اپنی صرف اضافی ذمہ داری سمجھتے ہوئے انجام دینا چاہئے، ان ضمنی امور میں بابری مسجد جیسے امور بورڈ کے ذمہ کئے گئے اور بورڈ نے ان کو اٹھالیا، بورڈ اس سلسلہ میں بھی حکمت وتدبر کے ساتھ اپنی ذمہ داری پوری کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

سوال: آپ کے نزدیک مسلمانان ہند کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے؟

جواب: مسلمانان ہند کا سب سے بڑا مسئلہ شریعت اسلامی کی ہدایات کو زندگی میں جاری وساری کرنے کی کوشش اور اپنے اسلامی تشخص کے عملی تحفظ کی طرف سے بے توجہی کو دور کرنے کا ہے، اس کے بغیر ہمارا غیروں سے شریعت اسلامی کے تحفظ کے لئے کہنا کمزور بات سمجھی جائے گی، ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی سماجی زندگی کے اطوار واخلاق میں غیروں کی نقل خاصی حد تک ہونے لگی ہے، شریعت اسلامی کی تعلیمات کا پاس ولحاظ کم ہوتا جارہا ہے۔ خاص طور پر جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں مغربی تہذیب وتمدن کی لائی ہوئی اقدار کا اکثریتی مذہب والوں کے رواج سے ہم آہنگی کا رجحان بآسانی دیکھا جاسکتا ہے، اور دیہات کے مسلمانوں میں اپنے مذہب کی تعلیمات سے بالکل ناواقف رہنے اور اسلامی رہنمائی نہ ملنے کی وجہ سے غیر مذہب والے پڑوسیوں کے رنگ میں رنگ جانا ہے، اس سلسلہ میں تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے

www.abulhasanalinadwi.org

ان کی فہم کے لحاظ سے اوران کے ذہن کے مطابق اسلوب رکھنے والے لٹریچر کے تیار کرنے اور ان میں پہونچانے اور دیہات کے مسلمانوں میں دعوتی کام کرنے کی ضرورت ہے، بورڈ نے اصلاح معاشرہ کے کام کو اسی لئے اہمیت دی ہے، جس کے لئے بھرپور تحریک کی ضرورت ہے۔

سوال: اس وقت مسلم پرسنل لاء بورڈ کی حیثیت مسلمانان ہند کے نمائندہ پلیٹ فارم کی ہے، لہذا آئندہ اس پلیٹ فارم سے آپ کیا کیا کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: مسلم پرسنل لاء بورڈ کے پیش نظر جو مہم ہے اس میں اولاً اس بورڈ کو مضبوط اور موثر پلیٹ فارم بنانا، پھر مسلمانوں کے اسلامی تشخص اور اسلامی زندگی کو ان میں مضبوط اور عام بنانے کی کوشش کرنا ہے، اور شریعت کے تحفظ کی راہ میں جو دشواری پیش آئے اس کو دور کرنے کا نظم وتدبیر کرنا ہے۔

سوال: اتحاد ملت کی ضرورت واہمیت پر مختلف سمتوں سے بہت زور دیا جاتا ہے، ہمارے سبھی مکاتب فکر اس کے قائل ہیں۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ مطلوبہ اتحاد عملاً نظر نہیں آتا؟ نیز یہ کہ آپ کے نزدیک اتحاد کی کیا صورتیں ہیں؟

جواب: اتحاد ملت کے بغیر ملت کے تحفظ اور تقویت کے لئے کوئی بڑا کام نہیں انجام دیا جاسکتا، اور اتحاد ملت صرف اتحاد تک ہی نہیں بلکہ ملت کی تقویت کے کاموں کے لئے ضروری ذرائع کے حصول میں سب کا تعاون ومدد بھی ضروری ہے، اس اتحاد وتعاون کا بنیادی طور پر وجود الحمدللہ ملت اسلامیہ ہندیہ میں پایا جاتا ہے، جو اس کے دینی وعلمی وتعلیمی اداروں کے قیام وانصرام کی طرف توجہ اور ان کے چلانے میں عوامی تعاون کی شکل میں دیکھا جاسکتا ہے، اور غور کیا جائے تو اس تعاون ووحدت کا احساس وجذبہ بنیادی طور پر نماز باجماعت، جمعہ وعیدین پھر حج کے ذریعہ وجود میں آتا ہے، اس ملت کے اتحاد ویکجہتی کو ملت کی زندگی کے عام اجتماعی وتمدنی معاملات میں وسیع طریقہ سے پھیلائے جانے کی ضرورت ہے، اور یہ کام ملت کے دانشور طبقہ کی ذمہ دارانہ کوششوں کے ذریعہ زیادہ انجام پاسکتا ہے، اس کے لئے خصوصی توجہ کی ضرورت ہے، اس کام

www.abulhasanalinadwi.org

میں ملت کے مفاد کو ذاتی و شخصی مفاد پر بھی ترجیح دینا ہوگا۔

سوال: بعض اوقات عدالتوں کے فیصلوں اور سرکاری و سیاسی بیانات کی وجہ سے مسلم پرسنل لاء کے لئے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ آپ کے خیال میں اس کا ٹھوس اور مستقل حل کیا ہے؟ کیا ایک صورت یہ نہیں ہو سکتی کہ اب دستور ہند کے رہنما اصولوں کی دفعہ ۴۴ کی تنسیخ یا کم از کم اس سے مسلمانوں کو مستثنیٰ قرار دیئے جانے پر پورا زور دیا جائے؟۔

جواب: ہندوستان کے مختلف مذاہب و مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کا ملک ہونے کی وجہ سے اس طرح کے مسائل اور دشواریاں پیدا ہونا طبعی بات ہے، اس کو دستور ہند کے دیئے ہوئے تحفظات کے ذریعہ اور حکومتوں سے افہام و تفہیم کے سنجیدہ مکالمات کے ذریعہ حل کیا جاتا رہا ہے، اور ملک کے موجودہ دستوری و جمہوری نظام میں یہی طرز زیادہ کارگر محسوس ہوتا ہے، حسب ضرورت سیاسی حکمت عملی اور ملت کے اتحاد کا وزن ڈالنا بھی کارگر ہوتا ہے۔ اور ایسے ملک میں جیسا کہ ہندوستان ہے قانون و دستور کے حوالہ سے حکمت و دور اندیشی والے طرز کو جذباتی اور انتقامی رویہ پر ترجیح دینا زیادہ مناسب ہوگا۔ اسی طرح حالات کے تقاضہ کو سامنے رکھتے ہوئے میڈیا کے ذریعہ سے بھی پورا فائدہ اٹھانا چاہئے، کیونکہ ذہن سازی کے کام میں اس کا مؤثر کردار ہے۔

سوال: ایک احساس یہ ہے کہ مسلم قیادت کے پاس ملک و عوام کے سامنے اپنے مسائل کو ان کے صحیح تناظر میں پیش کرنے کا سلیقہ نہیں ہے، خواہ مسئلہ شرعی قوانین کا ہو، بابری مسجد کا ہو، دینی مدارس کا یا کوئی اور۔ دھواں دھار، تقریریں اور بیان بازیاں تو بہت ہوتی ہیں، مگر موزوں پلیٹ فارم کے ذریعہ مناسب طریقے سے مسائل پیش نہیں کئے جاتے۔ مثلاً دیکھا گیا ہے کہ مسلم پرسنل لاء بورڈ کی میٹنگوں کے بعد فوری طور سے کوئی تیار شدہ مختصر بیان میڈیا کو فراہم نہیں کیا جاتا۔ شرکاء اپنی انفرادی حیثیت میں بولتے ہیں، پھر میڈیا والوں کی سمجھ میں جو کچھ آجاتا ہے اسے وہ اپنے ذہنی رجحان کے مطابق اپنے طریقے سے پیش کرتے ہیں جس کی وجہ سے صورت حال کبھی کبھی پیچیدہ ہو جاتی ہے۔ اس مشکل کے حل کے لئے آپ کیا سوچتے ہیں؟

www.abulhasanalinadwi.org

جواب: گذشتہ سوال کے جواب کو یہاں دہراتے ہوئے مزید یہ عرض کیا جاسکتا ہے کہ ہم کو میڈیا کی طاقت واثر کو تسلیم کرتے ہوئے اس سے پورا فائدہ اٹھانا چاہئے، اور اس کا جو مؤثر ڈھنگ ہے اس کو اسلام کی اخلاقیات کا لحاظ کرتے ہوئے بھرپور طریقہ سے اختیار کرنا چاہئے۔

سوال: بعض افراد کو پرسنل لا بورڈ کے طریقۂ کار پر سوال اٹھاتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ اسی طرح بعض کا خیال ہے کہ طلاق جیسے اہم مسئلہ پر خود بورڈ کے ارکان کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے اور وہ غیر ذمہ دارانہ طریقے سے اس کا اظہار بھی کرتے ہیں؟

جواب: بورڈ ملت کے افراد ہی سے مرکب ہے، اس کی کچھ کمزوریاں ملت کے افراد ہی کے مزاج ورجحان کے راستہ سے آئی ہیں، ان کمزوریوں کی شناخت کر کے دور کرنے کے کام میں ملت کے افراد کو بھی توجہ کرنا ہوگی، ان کے سلسلہ میں افراد کا تعاون جتنا ملے گا اتنا اس کا فائدہ بورڈ کے کارگزاروں کو اپنی کوشش میں کامیابی کی صورت میں حاصل ہوگا، بہرحال سب کے تعاون کی ضرورت ہے۔

سوال: آج کے مسائل میں ایک بڑا مسئلہ دینی مدارس کے خلاف مسلسل پروپیگنڈہ ہے۔ اس کے مؤثر تدارک کے لئے مسلم قیادت کو بالعموم اور تمام چھوٹے بڑے دینی اداروں کے سربراہوں اور تعلیمی تحریکوں کو بالخصوص اجتماعی طور پر کیا کرنا چاہئے؟

جواب: دینی مدارس کے خلاف پروپیگنڈہ دراصل ایک منصوبہ بند تحریک ہے جو امت اسلامیہ کے جذبہ دینی اور ذہن اسلامی کے سرچشموں کو ختم کرنے کے لئے امت اسلامیہ کے بڑے اور چھوٹے دشمنوں نے مشترکہ عداوتی ذہن سے چلائی ہے اور اس کے لئے نفرت انگیز اصطلاحات سے بھی کام لیا جارہا ہے۔ لیکن مسلمانوں کو اچھی طرح یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ مدارس اسلامی تشخص اور مذہبی بقاء کے لئے سرچشموں کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کے نصاب ونظام میں بہتری بڑھانے کی فکر تو کی جانی چاہئے لیکن ان کا وجود ضروری ہے، لہذا ہم کو ہر حال میں ان کے بقاء کے لئے حکمت وتدبر اور قوت سے کام لینا ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں میں ان کے اقلیت میں ہونے کے باوجود مسلم

www.abulhasanalinadwi.org

اکثریتی ملکوں جیسے علوم دینیہ کے ماہر اور دینی رہنماؤں کا ہونا ان ہی مدارس کی دین ہے۔ یہ ملت اسلامیہ کے مذہبی جسم کے لئے ریڑھ کی ہڈی کے مانند ہیں، لہذا ہم کو ان کے بقاء کی پوری فکر رکھنا ہے، اس کے لئے ان مدارس کی تعمیری اور امن پسندانہ کیفیت سے مخالفوں کو روشناس کرنا اور ان کی علمی اور پر امن خدمات کو واضح کرنا ضروری ہے۔ اس سے مخالفوں و دشمنوں کی مخالفت کم ہوگی۔

سوال: چار ماہ قبل مرکز میں کانگریس کی زیر قیادت ایک نئی حکومت کا قیام عمل میں آیا ہے جسے سیاسی نظریاتی تبدیلی کہا جارہا ہے۔ مسلمانوں کے مسائل کے تعلق سے آپ اس حکومت سے کیا توقعات رکھتے ہیں؟

جواب: حکومت کی کارکردگی پر کچھ وقت گزرنے کے بعد ہی کوئی رائے قائم کی جاسکتی ہے۔

سوال: بعض حلقوں کی جانب سے مسلمانوں کی علیحدہ سیاسی جماعت کے قیام کی بات کہی جارہی ہے۔ آپ کی رائے کیا ہے؟

جواب: ہندوستان جیسے مختلف النوع قومیتوں اور ہندو اکثریت وغلبہ والے ملک کے حالات میں سیاسی میدان میں اکثریت کو ساتھ لے کر کام کرنا زیادہ کارآمد ہے۔

سوال: اسلام اور مسلمانوں سے متعلق برادران وطن کے اکثر طبقوں میں پائی جانے والی غلط فہمیوں اور شکوک وشبہات کی بنیادی وجہ آپ کے خیال میں کیا ہے؟

جواب: اس کی اصل وجہ ہماری طرف سے اسلام کی خوبیوں اور اس کے انسانیت نواز جذبہ وکارکردگی کے تعارف کرانے میں کوتاہی ہے، ذرا تحقیق کی جائے تو ان کے اسلام کے متعلق بہت غلط اور جاہلانہ تصورات کا پتہ چلتا ہے، جس سے ان کی ناواقفیت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ صورت حال ہماری دعوتی وتعارفی کوتاہی کی وجہ سے ہے جس کو ہمیں دور کرنا چاہئے۔

سوال: اس ملک میں مسلمان صدیوں سے آباد ہیں، اسلامی نظریۂ حیات کے حامل ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہاں اسلام کے تعارف اور اس کی دعوت کا کوئی بڑا کام کسی بھی دور میں منظم طریقے سے نہیں ہوسکا جو آج کے مسائل کا ایک بڑا سبب ہے۔ اس سلسلہ میں اب کیا ہونا چاہئے؟

www.abulhasanalinadwi.org

جواب: یہ ایک حد تک صحیح ہے، اس کی تلافی کی جو شکلیں ہو سکتی ہیں ان کو اختیار کرنا چاہئے۔

سوال: برادران وطن کی بڑی مذہبی شخصیات اور مذہبی تنظیموں کے ذمہ داروں سے اعلیٰ سطح پر روابط کیا غلط فہمیوں کو دور کر کے اسلام کے تعارف میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں؟

جواب: برادران وطن کی بڑی مذہبی شخصیات اور مذہبی تنظیموں کے ذمہ داروں سے روابط ایک مخصوص دائرے میں مفید ہیں، اصل کام عوام اور جمہور قوم میں دین اسلام کی خوبیوں کو حکمت کے ساتھ پیش کرنے کا ہے جو دعوت اور حکمت دعوت کے کام کے دائرے میں آتا ہے۔

سوال: گزشتہ دنوں بعض دھارمک شخصیات کے ساتھ آپ کے مذاکرات بھی ہوئے تھے۔ آپ نے کیا محسوس کیا؟۔

جواب: صرف ایک مذہبی شخصیت سے بات ہوئی تھی اور وہ پیام انسانیت اور اصلاح عوام اور ایک دوسرے کے ساتھ باہمی تعارف کی ضرورت کے موضوع تک محدود رہی تھی۔

سوال: آج امت مسلمہ عالمی سطح پر بھی اور ہندوستان میں بھی تاریخ کے ایک نازک دور سے گزر رہی ہے۔ حالات بظاہر بڑے سخت ہیں۔ آپ کے نزدیک اس کے اسباب کیا ہیں؟ نیز امت کا لائحہ عمل کیا ہونا چاہئے؟

جواب: امت مسلمہ کے لئے یہ سخت دور کوئی نیا نہیں ہے، امت کی تاریخ میں کئی بار ایسے سخت بلکہ اس سے بھی سخت دور آئے ہیں، اور امت ان کے منجدھار سے خیر وصحت کے ساتھ ابھری ہے۔ بس ضرورت اس کی ہے کہ امت کے سپوت اپنی ذمہ داری سمجھیں اور ممکن ذرائع سے کام لیں۔

سوال: اسلام اور امت مسلمہ کے حوالے سے روابط کا وہی سوال عالمی سطح کے لئے بھی ہے۔ آپ بخوبی واقف ہیں کہ اسلام اور غیر اسلامی کشمکش عالمی سطح پر بھی موجود ہے، اور اس کا پس منظر یہود اور مسیحی دنیا ہے جو اسے نظریاتی کشمکش اور تہذیبوں کی جنگ کا نام دیتے ہیں۔ آپ کے خیال میں کیا بین الاقوامی سطح پر اسلامی نظریۂ حیات کو اس کے صحیح تناظر میں پیش کرنے کی کوششوں کے ایک حصے کے طور پر یہود اور نصاریٰ کے دانشوروں سے اعلیٰ سطحی روابط اور

www.abulhasanalinadwi.org

مذاکرات مفید ہوں گے؟ خصوصاً اس اساس پر کہ یہودیت، نصرانیت اور اسلام تینوں ادیان کا مرکز و منبع حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات گرامی ہے۔

جواب: کوشش ضرور کرنا چاہئے۔ مسلمان امت دعوت ہیں، ان کا کام ہی یہی ہے۔ البتہ یہود سے خیر کی امید نہ ہونے کے برابر ہے، عیسائی امت کے افراد سے افہام و تفہیم سودمند ہوسکتا ہے، ان کو اسلام کے متعلق عموماً بہت غلط فہمیاں ہیں، ان کے بہت سے دانشوروں نے اسلام مخالف جذبہ سے اسلامی صفات و تعلیمات کو توڑ مروڑ کر بھی پیش کیا ہے، لیکن ان میں سادہ ذہن کے لوگ اچھے خاصے ہیں ان میں پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کی اصلاح اور درستگی سے اچھا نتیجہ برآمد ہوسکتا ہے۔

سوال: آج دنیا بھر میں اسلام مخالف مہمات کا مرکز امریکہ ہے جس کی وجہ سے پورے عالم اسلام میں اس کے خلاف انتہائی شدید جذبات پائے جاتے ہیں۔ ان جذبات کا اظہار مختلف شکلوں میں ہو رہا ہے۔ مگر بعض حلقے ایسے بھی ہیں جو مغربی دنیا سے بالعموم اور امریکہ کے ساتھ بالخصوص ڈائیلاگ چاہتے ہیں، قریبی روابط قائم کر کے اسلامی نظریۂ حیات اور مغربی طرز زندگی کے درمیان مفاہمت پیدا کرنے کے خواہش مند اور اس کے لئے کوشاں بھی ہیں۔ آپ کے خیال میں کون سا راستہ درست ہے؟۔

جواب: امریکہ کے عام باشندوں اور امریکہ کی حکومت پر آنے والے سیاسی طبقہ کے افراد کو الگ الگ نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہے، حکومت کرنے والے طبقہ کے افراد یہودی دانش مندوں اور دانشوروں کے دباؤ میں رہتے ہیں، امریکی عوام پر محنت کرنا تو مفید نتائج لاسکتا ہے لیکن حکومتی اور سیاسی خواص پر جو یہودی لابی کے زیر اثر ہیں محنت کم سودمند ہوگی۔

☆☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

''بورڈ ملت اسلامیہ کے اتحاد کی عظیم شناخت ہے''

ملت کے بعض افراد کی جانب سے ''پرسنل لا بورڈ کے نام سے مختلف اداروں کے قیام کے بعد میڈیا نے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اتحاد و سالمیت کو موضوع بحث بنایا۔ ان نو تشکیل شدہ اداروں کی حیثیت کیا ہے؟ اس پس منظر میں ہفت روزہ ''نئی دنیا'' دہلی کے نمائندے جمشید عادل علیگ نے انٹرویو لیا جو نئی دنیا ۳؍اپریل ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

سوال: مسلم پرسنل لاء بورڈ ہندوستانی مسلمانوں کے دینی، تہذیبی وشرعی تحفظ کی خاطر قائم کیا گیا تھا، مگر مسلمانوں کا آخری قلعہ بھی خلفشار کا شکار ہے۔ بریلوی مسلک کے مولانا توقیر رضا خاں نے مسلم پرسنل لا بورڈ (جدید) کی تشکیل کرلی ہے۔ ان کی شکایت ہے کہ مسلم پرسنل لا بورڈ صرف ایک ہی مسلک والوں کا پلیٹ فارم ہے۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کی کارکردگی غیر تسلی بخش ہے؟

جواب: دیکھئے اگر کسی کو شکایت ہے تو آکر بورڈ سے کہے۔ کہیں کوئی کمی ہے تو ہمیں بتائے۔ مسلم پرسنل لا بورڈ ہندوستان مسلمانوں کے دینی وقار وشرعی تحفظ کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ یہ تمام مسلک ومکتب فکر کے علماء کا مشترکہ پلیٹ فارم ہے جو ملت اسلامیہ کے اتحاد کی عظیم شناخت ہے۔ بورڈ دینی معاملات اور شرعی معاملات میں دخل اندازی کرنے والوں کے خلاف ہمیشہ سینہ سپر رہا ہے، یہی اس کی بنیادی کارکردگی ہے۔ یہ بھی غلط ہے کہ بورڈ صرف ایک طبقہ کی نمائندگی کررہا ہے۔ دوسرے مسلک کے تمام علماء ہمارے ساتھ ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ لوگ ہمارا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے ہوتے۔ بہرحال جدید پرسنل لا بورڈ بنے یا کوئی اور ایسے اقدامات افسوسناک ہیں۔ گرچہ میں جانتا ہوں کہ توقیر رضا صاحب کے ساتھ لوگ نہیں ہیں، مگر اب کیا کہا جائے۔ اللہ قوم کو ہدایت دے۔

سوال: مگر بات صرف پرسنل لا بورڈ جدید کی تشکیل کی نہیں ہے بلکہ شیعہ پرسنل لا بورڈ کا قیام بھی عمل میں آچکا ہے۔ لکھنؤ کی خاتون اپنا الگ پرسنل لا بورڈ بنا چکی ہیں۔ کیا خیال ہے؟

جواب: دیکھئے ان سب باتوں سے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ بورڈ کے کسی رکن نے علیحدہ ہوکر نیا پرسنل لا بورڈ تشکیل نہیں کیا۔ مولانا یاسین عثمانی بورڈ

www.abulhasanalinadwi.org

کے ساتھ ہیں، مولانا کلب صادق ہمارے ساتھ ہیں۔ انہوں نے خود شیعہ پرسنل لا بورڈ کی تشکیل کو غلط قرار دیا ہے اور رہی خواتین پرسنل لا بورڈ کی بات تو وہ بھی محض چند دنوں میں منقسم ہو چکا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ اگر کوئی بدگمانی ہے تو ہمیں بتایا جائے۔ بھلے ہی ان سب باتوں کو ہندوستانی مسلمان اہمیت نہ دیں، لیکن یہ بھی درست ہے ان سب باتوں سے فسطائی قوتوں کو مزہ آتا ہے۔ اسلام کے تعلق سے غلط فکر رکھنے والوں کو حوصلہ ملتا ہے۔ جیسا کہ اب امریکہ میں خاتون کی امامت کا تجربہ ہو رہا ہے، لہٰذا دیگر پرسنل لا بورڈ کو بھی ایک تجربہ ہی کہہ لیجئے۔

سوال: مسلم پرسنل لا بورڈ دین وشریعت کے تحفظ کے لئے قائم ایک مضبوط پلیٹ فارم ہے۔ کیا اس سے مسلمانوں کے دنیاوی تحفظ کی بات نہیں اٹھائی جاسکتی۔ آج مسلمانوں کی جو زبوں حالی ہے جو تعلیمی بدحالی ہے اس کے لئے بورڈ خاموش کیوں؟

جواب: دیکھئے اول تو ہم جس کام میں لگے ہوئے ہیں اسے ہی پایہ تکمیل تک پہنچائیں تو بہتر ہے۔ شرعی ودینی معاملات کے تحفظ کے لئے بورڈ پوری طرح سے سرگرم عمل ہے۔ بابری مسجد معاملات میں بھی مدد کر رہا ہے۔ اب رہی ہندوستان مسلمانوں کے دیگر مسائل کی طرف آواز اٹھانے کی بات تو بورڈ کوئی سیاسی پلیٹ فارم تو ہے نہیں، ہاں اگر مسلمانوں کے شرعی حقوق یا بنیادی حقوق کو نشانہ بنانے کی کوشش ہوتی ہے تو ہم چپ نہیں رہتے ہیں اور پھر مسلمانوں کے دیگر مسائل کے حل کے لئے پیام انسانیت کے تحت عرصہ دراز سے پروگرام چل رہے ہیں جس کے تحت ہم مسلمانوں کے تعلیمی ومعاشرتی بگاڑ کی اصلاح پر زور دیتے ہیں۔ اصلاح معاشرہ کی تحریک مسلمانوں کی دنیاوی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے ہی ہے۔ اسلامی معاشرہ ہی دنیاوی زندگی کی بے ترتیبی کو درست کرسکتا ہے، انسانی زندگی پرسکون رہ سکتی ہے۔ پیام انسانیت تحریک کا مقصد انسان کو ایک اچھا ہمدرد اور انسان دوست شہری بنانا ہے۔ آپس میں ہمدردی، محبت، انسان دوستی، پڑوسی کے حقوق ادا کرنا اور ایک دوسرے کے کام آنا بہت سارے مسائل کو حل کرسکتا ہے۔ بہر حال اگر آپ دین پر بہتر طریقہ سے چل رہے ہیں تو یہ

www.abulhasanalinadwi.org

طریقہ کار آپ کو ہر خطرات سے نکالے گا، ہر مسائل کا حل دے گا۔ اسلام ایک مکمل نظام حیات بھی ہے، شریعت اسلامی پر چلئے پھر کوئی پریشانی نہیں۔

سوال: سکنڈری ایجوکیشن سلیکشن بورڈ نے اپنے پرچہ کے سوال میں پوچھا ہے۔
دارالعلوم دیوبند ان میں کس سے نسبت رکھتا ہے، نشان لگائیں۔
دہشت گردی - کھادی تحریک۔ پارسی تحریک۔
اس پر کیا کہنا ہے؟

جواب: کہنا کیا، انتہائی دکھ پہنچا ہے۔ ایسے سوالات ذہن بگاڑنے کے لئے کئے جارہے ہیں۔ دینی مدارس پہلے ہی سے نشانے پر ہیں، انہیں دہشت گردی کا مرکز قرار دیا جاتا رہا ہے۔ اب بچوں سے اس طرح کے سوالات کرکے یہ لوگ اسلام کے ماننے والوں کو کٹہرے پر کھڑا کررہے ہیں۔ حکومت کو ایسے لوگوں کے خلاف سخت قدم اٹھانا چاہئے۔

☆☆☆☆☆

www.abulhasanalinadwi.org

نوٹ :۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ میں چونکہ مسلمانوں کے مختلف مسلکوں، جماعتوں کے افراد کو رکنیت حاصل ہے، اس میں اپنے اپنے مسلکوں اور جماعتوں کے بعض قائدین بھی ہیں جو حالات کے لحاظ سے اظہار خیال بھی کرتے رہتے ہیں اور اپنی رائے کا بعض وقت برملا ذکر کرتے ہیں، اور میڈیا ان کے بورڈ کے ساتھ تعلق کو ان کے نام کے ساتھ وابستہ کر دیتا ہے، تو بعض دفعہ ان کا بیان بورڈ کے مشترکہ نقطۂ نظر سے مختلف آجاتا تھا جس کی وجہ سے بورڈ کو اپنی مشترکہ پالیسی کے لئے الجھنیں پیدا ہوتی تھیں، اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے ارکان بورڈ کو ایک خط لکھا جس میں ان کو بورڈ سے تعلق کی بنیاد پر کسی ایسے رویہ کو اختیار کرنے میں احتیاط کے لئے کہا جس سے بورڈ کے متعلق بدگمانی یا غلط تاثر قائم ہو اس خط سے بورڈ کی پالیسی اور اس کے مقاصد کی بھی وضاحت ہوتی ہے اور مسلمانوں کے مشترکہ مفاد پر روشنی پڑتی ہے اس لئے اس کو اس طریقہ سے انٹرویو جیسی افادیت حاصل ہے لہذا اس کو شامل مجموعہ کیا جا رہا ہے۔

(مرتب)

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم رفقاء اور اصحاب علم وفضل حضرات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اپنی اس مخلصانہ وناصحانہ تحریر کے ذریعہ بطور تبادلۂ خیال کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، میرے پاس ملک کے مختلف حصوں سے وقتاً فوقتاً خطوط آتے ہیں، جن میں ہمارے اس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کو ملت اسلامیہ کے مختلف گروپوں کے مشترک اور مرکزی ادارہ کی حیثیت سے دیکھنے کا انداز پایا جاتا ہے، اور اس کی بناء پر اس بورڈ سے غیر معمولی توقعات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اور مختلف خطوط کے مضمون کا انداز اس طرح کا ہوتا ہے کہ گویا ہمارا یہ بورڈ مسلمانوں کی ہر ضرورت کو پوری کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور ہندوستانی امت مسلمہ کے ہر مسئلہ کو حل کرسکتا ہے۔ میں ایسے خطوط کے جواب میں بورڈ کے حدود کی وضاحت ہمدردی کے جذبہ کے ساتھ کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ بعض خطوط شکایات کے بھی آتے ہیں کہ بورڈ کے فلاں محترم شخص کا رویہ بورڈ کے جیسے مشترکہ اور اہم ادارہ کے مقام وحیثیت کے مطابق نہیں، ان کو کیوں توجہ نہیں دلائی جاتی؟۔ میں اس کا جواب بھی اس محترم شخص کے مقام کا لحاظ کرتے ہوئے دیتا ہوں۔

میں بورڈ کے دائرہ کار کے سلسلہ میں یہ کہتا ہوں کہ بورڈ کی تشکیل شریعت اسلامی کے تحفظ کے لئے ہوئی تھی، اور شریعت کے بعض مسائل کو خطرات پیش آنے کے کئی مواقع پر بورڈ نے غیر معمولی خدمات انجام دی، اور وہ اس کو برابر اپنے مدنظر رکھتا ہے، اور آئندہ بھی انشاء اللہ رکھتا رہے گا کہ شریعت کو کوئی نقصان نہ پہونچے۔

تحفظ شریعت کے سلسلہ میں بورڈ کے سامنے اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے نمایاں پہلو دو پہلو ہیں، ایک پہلو خارجی ہے اور ایک پہلو داخلی۔ خارجی پہلو تو یہ ہے کہ باہر سے شریعت اسلامی کو ضرر پہونچانے والا کوئی اقدام سامنے آئے تو بورڈ دستور ہند کی دی ہوئی ضمانتوں کی بنیاد پر اور جمہوری اور قانونی وسائل سے اس کا مقابلہ کرے اور اس کو رد کرے۔ **جیسا کہ مطلقہ** کے مسئلہ میں

www.abulhasanalinadwi.org

اور متبنیٰ کے مسئلہ میں اور سول کوڈ کے تعلق سے کام انجام دیا گیا، اور الحمد للہ کامیابیاں بھی ملیں۔

داخلی پہلو یہ ہے کہ شریعت اسلامی کے تحفظ کے لئے قانونی پشت پناہی پر اکتفاء نہ کیا جائے، بلکہ مسلمانوں کی زندگیوں میں اس کو جاری بھی کیا جائے کیونکہ ہم جب دوسروں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہماری شریعت کو محفوظ رہنے دیں اور اس کو دوسروں سے تسلیم کرانے کے لئے ہم پوری جدوجہد بھی کرتے ہیں تو ہم خود اس کے خلاف کیوں عمل کرتے ہیں؟ اور شریعت کو اپنی زندگی میں کیوں قائم نہیں کرتے؟ یہ بہت تضاد رکھنے والی بات ہے۔ لہذا اس سلسلہ میں ہم بورڈ کی ذمہ داری سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے وسائل اور امکانات کے لحاظ سے حسب ضرورت کوشش کرے، لیکن کام وسیع اور بڑا ہے، تنہا بورڈ کی کوشش کافی نہیں۔ لہذا ضرورت ہے کہ اس کام کو انجام دینے میں یعنی مسلمانوں کی زندگیوں میں اسلامی شریعت پر عمل کو جاری وساری کرنے میں ہم میں سے ہر شخص جس میں اسلامی غیرت وحمیت ہے، اور وہ اپنے رب العالمین اور اسکے رسول (ﷺ) سے وفاداری کا تعلق رکھتا ہے اپنی اپنی جگہ جو کوشش ضروری ہے وہ کرے۔ یہ کام چونکہ وسیع اور بڑا ہے اور بورڈ جیسے کسی ایک ادارہ کے ذمہ داروں کے بس کا نہیں ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس میں اپنی اپنی جگہ تمام اثر رکھنے والوں کو لگنا چاہئے، اس کے لئے برادریوں میں، محلوں میں اور مقامی وعلاقائی دائروں میں صاحب اثر اشخاص کو توجہ کرنا چاہئے، ہر صاحب اثر اس کام کو اپنا کام سمجھے۔ اس کام کیلئے فکر ومحنت کا ایک سرا تو مسلمان جمہور سے ملتا ہے کہ اس کی اصلاح کی جائے۔ دوسرا سرا اس کا خود اپنے خالق ومالک سے ملتا ہے جہاں اس کو اس کام کو انجام دے کر سرخ رو ہونا ہے۔ بورڈ نے اس کے لئے اصلاح معاشرہ کمیٹیاں قائم کی ہیں، ان سے مدد لی جاسکتی ہے، یہ کمیٹیاں بھی رضا کارانہ ہیں، لہذا ہر صاحب اثر شخص کو بھی یہ کام رضا کارانہ طور پر کرنا ہے۔ میں اس سلسلہ میں آپ سے اور آپ کے ذریعہ ہر دینی احساس رکھنے والے بھائی سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کی طرف حسب استطاعت توجہ فرمائے۔

ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت ہونے سے قبل مسلمانوں کو شریعت اسلامی کے تعلق سے اپنے نزاعات مسلمان قاضیوں کے پاس لے جانا ہوتے تھے لیکن انگریزوں کے زمانہ سے مسلمانوں کو شریعت اسلامی کے سلسلہ کے نزاعات میں قاضی اور مسلمان حاکم کے پاس اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

جھگڑے لے جانے کے بجائے غیر مسلم ججوں کے پاس لیجانے کا رواج پیدا ہوگیا، اور یہ ہماری شریعت اسلامی کے مزاج اور روح سے ہم آہنگی رکھنے والی بات نہیں ہے۔ بورڈ نے اسکی تلافی کے لئے یہ انتظام طے کیا ہے کہ جگہ جگہ دارالقضاء قائم کئے جائیں، اور مسلمانوں سے اپیل کی جائے کہ وہ حتی الوسع شریعت اسلامی کے تعلق سے اپنے نزاعات کا حل دارالقضاء ہی سے کرائیں تاکہ شریعت اسلامی سے پوری واقفیت رکھنے والوں کے ذریعہ ہی یہ نزاعات حل ہوں۔ اس کے لئے بورڈ برابر کوشش کررہا ہے کہ دارالقضاء کا مختلف جگہوں پر اس طرح قیام ہو کہ لوگوں کو ان سے فائدہ اٹھانا آسان ہو۔ اور الحمدللہ اس وقت تک دارالقضاء مختلف جگہوں پر کسی حد تک قائم ہوگئے ہیں اور ان میں اضافہ کی کوششیں جاری ہیں۔ آپ سے گذارش ہے کہ اس سلسلہ میں بھی آپ توجہ کریں اور اس مقصد کو جو تقویت پہونچا سکتے ہوں وہ پہونچائیں، اور بورڈ کے ساتھ تعاون کریں اور بورڈ سے تعاون لیں۔

بعض حضرات بورڈ کے سامنے ایسے مسئلے بھی اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں جو مسلمانوں کی ملی زندگی کے سیاسی یا ایسے پہلوؤں سے تعلق رکھتے ہیں جو شریعت اسلامی کی باقاعدہ مقرر کردہ ہدایات کے دائرے میں آتے ہیں تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ بورڈ کی اصل ذمہ داری تحفظ شریعت اور تعمیل شریعت کے کاموں سے وابستہ ہے، ضمنی طور پر ملت کے بعض دیگر پہلوؤں کو بھی وہ وقتی طور پر لے سکتا ہے لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب ان پہلوؤں کے لئے بورڈ کی لازماً ضرورت پڑ رہی ہو اور ملت کی دوسری جماعتوں اور اداروں کو اس کے لئے بورڈ کے خصوصی تعاون کی ضرورت محسوس ہونے لگے۔ مثلاً بابری مسجد کے مسئلہ کے لئے مسلمانوں کی مختلف جماعتیں فکر کرتی تھیں، اس کے لئے کمیٹیاں بھی قائم تھیں، اور وہ کام کرتی تھیں، لیکن مسئلہ جب زیادہ وسیع حدود تک پہونچ گیا اور اس کے لئے مضبوط مشترکہ کوشش کا تقاضا پیدا ہوا اور بورڈ کو اس کی طرف توجہ دلائی گئی تو بورڈ نے ذمہ داری لی، جس میں الحمدللہ سب کا تعاون حاصل ہے، اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد کے بھروسہ پر جو قابل عمل اور مناسب ہے وہ کیا جارہا ہے۔

مسلمانوں کے بحیثیت ایک عظیم ملت کے متنوع اور مختلف مسائل ہیں اور ان میں حالات کے لحاظ سے فرق بھی پڑتا رہتا ہے ان کے لئے مسلمانوں میں مختلف جماعتیں اور ادارے

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں جو ان کے لئے الحمدللہ کام کر رہے ہیں اس لئے ان دائروں کے مسائل میں بورڈ کو کوئی خاص دخل دینے کی ضرورت نہیں ہوتی، ان مسائل کو موضوع بنانے والی جماعتوں اور اداروں کا ان سے براہ راست تعلق ہوتا ہے، اس لئے بورڈ کے لئے یہی کافی ہے۔ اس لئے جب ایسے کسی مسئلہ میں بورڈ کو مخاطب کیا جاتا ہے تو ہمارا عرض کرنا یہی ہوتا ہے کہ اس کے سلسلے میں کام کرنے والی جماعت یا جماعتیں یا ادارے اس کے لئے کافی ہیں، اور بورڈ مسلمانوں کی ملی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اور تمام مسائل کو خواہ ان کا شریعت اسلامی کے تحفظ و تعمیل سے تعلق ہو یا تعلق نہ ہو، بورڈ ان کی وسعت اور تنوع کے لحاظ سے ان کو دیکھنے اور کرنے کی طاقت اور وسعت بھی نہیں رکھتا۔

بورڈ کے سامنے مالیاتی مسئلہ بھی اہم مسئلہ ہے، تحفظ شریعت کے تعلق سے عدالت میں پیش مقدمات کے لئے نیز بورڈ کے اصل موضوع سے متعلق مسائل کے سلسلہ میں مطلوبہ کوشش وجدوجہد کے لئے جو مصارف مطلوب ہیں، وہ بورڈ کے لئے اہم مسئلہ بنتے ہیں اور ظاہر ہے کہ بورڈ ہو یا کوئی دوسرا پلیٹ فارم اپنی مالی وسعت کے لحاظ سے ہی کام انجام دے سکتا ہے، اس سلسلہ میں بھی بورڈ کو ہر صاحب حساس مسلمان کے تعاون کی ضرورت ہے۔

ایک اہم بات آپ کے سامنے یہ رکھنا ہے کہ بورڈ کی اصل طاقت اسکے ساتھ مسلمانوں کی مشترکہ تائید ہے، اس مشترکہ تائید ہی سے بورڈ کے کاموں کو تقویت ملتی ہے، اور دوسروں پر اس کا اثر پڑتا ہے، ضرورت ہے کہ اس مشترکہ تائید کی طاقت کو کمزور نہ ہونے دیا جائے۔ بورڈ کا نظام شورائی ہے، کسی مسئلہ میں ارکان کو جو بات کہنی ہو یا اختیار کردہ پالیسی سے اختلاف کرنا ہو وہ اس کو شوریٰ کے اندر تک محدود رہنا چاہئے، شوریٰ سے باہر کے ماحول میں کسی مسئلہ میں ایسا رویہ جو بورڈ کی پالیسی یا فیصلہ سے ٹکراتا ہو بورڈ کی طاقت اور وحدت کے لیے نقصان رساں ہوسکتا ہے۔ اور دنیا کے کسی بھی شورائی نظام میں دیکھا جائے تو اس طرح کے طرز کے لئے گنجائش نہیں ہوتی، لہذا بورڈ کے ارکان پر بورڈ کی اس وحدانی قوت کی حفاظت کی ذمہ داری ہے، اگر کسی کو اپنی کسی انفرادی رائے کو ظاہر کرنا ضروری ہو تو اس کو بورڈ کی طرف اپنا انتساب کئے بغیر ہی کرنا چاہئے اور پریس میں اس طرح اظہار نہ کرنا چاہئے کہ وہ بورڈ کے لئے زحمت کا باعث ہو۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس وقت مسلمانوں کے پاس ان کے مختلف نظریاتی اور مسلکی گروپوں کا مشترکہ ومتفقہ پلیٹ فارم تعاون واتفاق آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ہی ہے، اس سے قبل کے کئی مشترکہ پلیٹ فارم مضبوط ومتحد نہیں رہ سکے، کیونکہ رایوں کے اختلاف کے وقت رواداری اور احتیاط سے کام نہیں لیا جاسکا، اس لئے ہم کو اس کا پورا لحاظ کرنا ہے کہ بورڈ کو اس تعاون اور اتفاق کے رویہ کے ساتھ کام کرتے رہنے کا موقع ملے، اس میں مشترکہ ملی مفاد کے پیش نظر بعض وقت اپنی ذاتی وشخصی رائے اور بعض وقت اپنی گروہی اور جماعتی مصلحت سے بھی بلند ہونا پڑتا ہے، اور الحمدللہ بڑی حد تک بورڈ میں یہ بات قائم ہے۔

حضرات! ہمارے ملک کے میڈیا کو ہمارے اتفاق واتحاد سے وہ دلچسپی نہیں ہوسکتی جو ہم کو خود ہے، لہذا میڈیا کو مخاطب کرتے ہوئے بورڈ کے ساتھ اپنے انتساب کے حوالہ سے کچھ کہنے میں بورڈ کے ارکان کو مذکورہ بالا بات کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔

حضرات! بورڈ کی تشکیل کے موقع پر اس کو قائم کرنے والی اہم شخصیتوں کو اس کا ارکان تاسیسی بنایا گیا تھا، یہ رکنیت دائمی رکنیت قرار پائی تھی، ان کی تعداد ایک سو تھی، ان ارکان میں کسی کی جگہ خالی ہونے پر اس کی جگہ کسی مناسب فرد سے پُر کی جاتی رہی، اس طرح دائمی ارکان کی تعداد ایک سو کے اندر ہی رہی ہے، ان کے علاوہ ہر تین سال پر انتخاب کئے جانے یا تجدید کردیئے جانے والے ارکان کی الگ سے ایک تعداد ہے، اور یہ بھی ۱۰۰ کی تعداد ہے، کوشش یہ رکھی جاتی ہے کہ مسلمانوں کے مختلف گروپوں اور جماعتوں کی نمائندگی ہو، ان مجموعی دوسو ارکان میں سے ۴۱ ارکان کو ہر تیسرے سال عاملہ کا رکن منتخب کیا جاتا ہے، اور یہ دونوں انتخاب بورڈ کے عمومی اجلاس میں کئے جاتے ہیں، اور اکثریت کی رائے پر عمل ہوتا ہے، اس طرح حتی الوسع جمہوری اور مشترکہ رائے سے بورڈ کا کام انجام دیا جاتا ہے۔ بورڈ کی عام رکنیت اور اس کی عاملہ کی رکنیت کوئی محض اعزازی بات نہیں ہے، یہ ملت کی رضا کارانہ خدمت ہے، اور شریعت کے تحفظ کے لئے حسب ضرورت کوشش ہے، بورڈ کے کارگذار ذمہ دار اپنی فکر وصلاحیت کار کے مطابق رضا کارانہ انجام دیتے ہیں، اس لئے ہم کو بورڈ کے سلسلہ میں کسی عجلت میں بدگمانی نہ کرنا چاہئے، اور کوئی بات واقعتاً قابل اعتراض ہو تو سکریٹری جنرل یا صدر سے براہ راست کہنا چاہئے، اس میں اس کا

www.abulhasanalinadwi.org

لحاظ ضروری ہے کہ معاملہ اجتماعی ہو تو کسی انفرادی رائے کو اس پر لازم نہ کیا جائے، بلکہ تعاون وہمدردی کی جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی مدد فرمائے اور دین وملت کے وقار کی فکر کے ساتھ دین وملت کی نصرت کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

والسلام
مخلص

محمد رابع حسنی ندوی
صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

۱۴۲۵/۰۸/۱۴ھ
۲۰۰۴/۰۹/۳۰ء

www.abulhasanalinadwi.org